سہ ماہی

پیشوا انٹرنیشنل

لندن

مسلسل آٹھ برس سے اردو زبان میں لندن سے شائع ہونے والا منفرد سہ ماہی رسالہ

جلد 8۔شمارہ 2۔اپریل تا جون 2021ء۔زیرادارت رانا محمد حسن خاں

RH
RH DREAM EVENTS LIMITED
TEL: 020 3674 7909
MOB: 077 9299 8973
Venue Hire
Decoration
Catering
Cutlery & Crockery
Service Staff
BEST OFFER BEST OFFER BEST OFFER BEST OFFER BEST OFFER
Package Price
Event Management
Cinematic Videography
Photography
DJ-Dhoolchi
Chauffeur Service
2 London Road, SM4 5BQ Morden - Surrey
Tel. 020 3674 7909 - Mob. 077 9299 8973 (Mon-Fri 10:00 - 17:00)
Email: info@rhacs.co.uk - Web: www.rhdreamweddings.com

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

چیف ایڈیٹر رانا محمد حسن خاں

نائب ایڈیٹر محمد ثاقب رشید مارکیٹنگ مینیجر رانا عبدالصمد خاں سرورق محمد سلیم انصاری

خصوصی تعاون آر۔ایچ ایکسیڈنٹ کلیم سروسز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

اس شمارہ میں

آیت قرآن الحکیم۔حدیث النبیؐ۔مشعل راہ 2
اداریہ ”نو مور،نو مور کا نعرہ اور اخلاقی گراوٹ“ 3
”بت خانہ وکعبہ تو مزارات ہیں لوگو“ 4
حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ انسانیت کی فلاح کے ضامن 5
”نوبل انعام یافتہ ملالہ کی کہانی“ 9
”ہمارے اشکوں سے جو بھی الجھا گئے ہیں بجھا کریں گے“ 10
فلسطین کی تقسیم اور اسرائیل کا قیام! 11
”خوابوں کی مسافر“ 15
”یہ عجب یقین سحر میں ہیں“ 17
مسلمان ریاستوں میں اقلیتوں کی حالت زار (قسط15) 18
اسلاموفوبیا کا خطرناک جن! 23
ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی سالانہ رپورٹ 25
آنکھیں ہزار نعت!! 26
”مسلمانوں“ کے قبرستان میں کون کون دفن نہیں ہوسکتا؟ 29
بیچارے عوام جانتے ہیں لیکن یقین نہیں کرتے! 33
ہومیوپیتھک نسخہ جات (برائے جلد۔خارش،اگزیما،چنبل) (قسط6) 35
شمائل نبوی ﷺ۔آنحضرتؐ کی رویاء وکشوف اور پیشگوئیاں (قسط13) 37
آوارگانِ دشتِ خار (قسط24) بدکار مفتی گرفتار۔ بدکار امام مدرسہ 4
گرفتار۔ بدکار امام مسجد کو گرفتار۔مدارس ”گے“ بنانے والی فیکٹریاں
ہیں!۔مسیحی آبادی پر حملہ۔سپیڈ بریکر کا نام ”مُلا“ ہے
”بابا گوٹی“ (افسانہ) 43
شعر و شاعری:چوہدری عبدالسلام صاحب اخترؔ ایم اے ۔ مبشرؔ راجیکی۔ 46
صوفی تبسم۔منیرؔ باجوہ۔اسعدؔ بدایونی۔نیلمؔ رباب صاحبہ۔بشارت سکھیؔ صاحبہ۔
بشریٰؔ حفیظ صاحبہ۔پروین شاکر صاحبہ۔عبید اللہ علیمؔ۔راحتؔ اندوری۔
راہیؔ فدائی۔آرزوؔ سہارنپوری۔محبوب راہیؔ۔راجہ محمد یوسفؔ خان۔ 51
سعادت حسن منٹو کے اقوال واقتباسات

PESHWA MAGAZINE INTERNATIONAL

E-mail. peshwaltd@gmail.com

2.London road Morden Surrey SM4 5BQ. UK

قیمت فی شمارہ 2 پاؤنڈ ... سالانہ ممبر شپ فیس برطانیہ 14 پاؤنڈ یورپ 18 یورو آسٹریلیا وامریکہ 25 پاؤنڈز

www.peshwa.co.uk

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

القرآن الحکیم: وَ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ الرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیۡقِیۡنَ وَ الشُّہَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیۡنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا ۔(سورۃ النّسآءِ آیت ۷۰)

اور جو بھی اللہ کی اور اِس رسول کی اطاعت کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے (یعنی) نبیوں میں سے، صدیقوں میں سے، شہیدوں میں سے اور صالحین میں سے۔ اور یہ بہت ہی اچھے ساتھی ہیں۔

حدیث النبی ﷺ: حضرت ابوبکرؓ کے روحانی مقام کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''روز قیامت ابوبکرؓ کا حشر بھی میرے پہلو سے ہوگا۔'' (مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۶۸) آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ''ابوبکرؓ اس امت کے بہترین اور افضل فرد ہیں سوائے اس کے کہ کوئی نبی پیدا ہو۔'' (جامع الصغیر صفحہ ۵)

مشعل راہ: حضرت عمارؓ کے بوڑھے والدین یاسرؓ اور سُمیّہؓ نے دردناک وحشیانہ تشدد برداشت کرنے کے بعد اپنی جان بھی قربان کر کے اپنے لازوال عشق الٰہی پر مہر ثبت کر دی تھی۔ ان کے بیٹے عمارؓ کو اللہ تعالیٰ نے فعال لمبی زندگی عطا فرمائی تھی، ۹۴ برس کی عمر میں حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں انہیں بھی جنگ صفین میں اللہ تعالیٰ نے شہادت کا عظیم الشان رتبہ عطا فرمایا تھا۔ شہادت سے پہلے حضرت عمارؓ نے فرمایا: ''جنت تلواروں کی چمک کے نیچے ہے اور پیاسا چشمہ پر پہنچ جائے گا۔ آج مَیں اپنے پیاروں سے ملوں گا۔ آج مَیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گروہ سے ملوں گا۔''

حضرت عمارؓ کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو اولیت حاصل تھی، شہادت سے پہلے آپ کے کہے الفاظ ثابت کرتے ہیں کہ عشق الٰہی ان کی رگوں میں لہو کی طرح دوڑ رہا تھا۔ عبدالرحمٰن بن اُبزی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ نے صفین کی طرف جاتے ہوئے دریائے فرات کے کنارے یہ کہا کہ ''اے اللہ! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ میں اپنے آپ کو اس پہاڑ سے نیچے پھینک دوں تو میں ایسا کر گزرتا اور اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تیری خوشنودی اس میں ہے کہ میں یہاں بہت بڑی آگ جلا کر اس میں اپنے آپ کو گرا دوں تو میں ایسا ہی کرتا۔ اے اللہ! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تیری خوشنودی اس میں ہے کہ مَیں اپنے آپ کو پانی میں گرا دوں اور اس میں اپنے آپ کو غرق کر دوں تو مَیں یہی کرتا۔ میں صرف تیری رضا کی خاطر یہ جنگ کر رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے ناکام نہ کرنا اور میں صرف تیری رضا ہی چاہتا ہوں۔'' (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 195 عمار بن یاسرؓ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1990ء)

اداریہ

”نو مور، نو مور کا نعرہ اور اخلاقی گراوٹ“

وزیر اعظم پاکستان جناب عمران خان نے پارلیمنٹ میں حقیقت پر مبنی دھواں دار خطاب کر کے اپنے مخالفین کی سیاست کو ناقابل یقین حد تک نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ وزیر اعظم نے واشگاف الفاظ میں کہا ہے کہ پاکستان کے سابقہ حکمرانوں کی حماقتوں کی وجہ سے ستر ہزار سے زائد پاکستانی مارے گئے اور ڈیڑھ سو ارب ڈالر کا نقصان بھی اٹھانا پڑا۔ ان حکمرانوں نے امریکہ کی ہر اک ناجائز بات مان کر ساری قوم کو ذلت اور رسوائی سے دوچار کیا۔ اب ہم کسی کی جنگ میں حصہ دار نہیں بنیں گے، ڈو مور کا جواب اب نو مور، نو مور ہوگا۔ بلاشبہ ذوالفقار علی بھٹو کے بعد عمران خان وہ لیڈر ہے جس نے سفید ہاتھی کو بغیر کسی لگی لپٹی کھری کھری سنا کر مہنگائی کی ماری جذباتی قوم کے جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ اب قوم کی نظر اس پر ہے کہ آنے والے دنوں میں جو ہونے جا رہا ہے اس کے آگے عمران خان سیسہ پلائی دیوار بنتے ہیں یا سابقہ حکمرانوں کی طرح ریت کی دیوار ثابت ہوتے ہیں، بہرحال اس کا فیصلہ آنے والا وقت ہی کرے گا۔

جناب عمران خان نے کسان کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے جہاں زراعت کے شعبے سے وابسطہ بہت ساری تجاویز اور منصوبے شرکاء کے گوش گزار کیے وہیں انہوں نے دل دہلا دینے والی یہ خبر بھی شرکاء بلکہ ساری قوم کو سنائی کہ پاکستان میں چالیس فیصد بچے غذائی قلت کا شکار ہیں۔ یہ غذائی قلت جسمانی اور ذہنی نشوونما روک کر بچوں کو معذور بنا رہی ہے۔ وزیر اعظم نے یہ بھی بتایا کہ بچوں کی ابتدائی غذا دودھ ہوتی ہے مگر اکثر بچوں کو دودھ بھی میسر نہیں جو دودھ کے نام پر انہیں پلایا جاتا ہے وہ دودھ ہوتا ہی نہیں۔ انہوں نے حیرت انگیز یہ انکشاف بھی کیا کہ جعلی دودھ ڈٹرجنٹ، یوریا کھاد وغیرہ سے واشنگ مشینوں میں تیار کیا جاتا ہے۔ سچ یہ ہے کہ اسلامی جمہوریہ میں ہر چیز جعلی ہے۔

معزز قارئین! جذباتی تقاریر چند روز بعد بوجوہ زمینی حقائق اپنی وقعت کھو دیتی ہیں۔ بڑی طاقتوں کو برا بھلا کہنا بہت آسان ہوتا ہے مگر ان کے وار کا مقابلہ کرنے کے قابل ہونا اور بات ہے۔ یقینی طور پر عالمی منظر نامے کے تناظر میں قومی سلامتی اور قومی مفادات کو اولیت حاصل ہوتی ہے۔ قومی سلامتی اور قومی مفادات کے تحفظ کے لیے معاشی اور عسکری قوت کا ہونا بیحد ضروری امر ہوتا ہے۔ اگر معاشی اور عسکری قوت ہو مگر اخلاقی قوت نہ ہو تو دونوں متذکرہ قوتیں یقینی طور پر مفلوج ہو جاتی ہیں۔

اگر پاکستان کے حالات کا بغور جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جب سے پاکستان بنا ہے تب سے اخلاقی گراوٹ کا گراف منفی ہونے کی سرحد عبور کر کے منفی ترین سطح پر پہنچ چکا ہے۔ بہترین زرعی زمین رکھنے اور ایٹمی طاقت ہونے کے باوجود پاکستان دنیا کی نظر میں کوئی بھی مقام نہیں رکھتا، اسے ڈالروں سے عقیدت رکھنے والا ملک سمجھا جاتا ہے۔ اسے جو بھی ڈالر دے اسی کے گن گاتا ہے۔ کل تک امریکا اس کا باس تھا اور آج کل چین کی بانہوں میں جھول رہا ہے، کبھی سعودی عرب کے گیت گاتا ہے اور کبھی ترکی کے گن گاتا ہے۔ یہ سب اخلاقی گراوٹ کا نتیجہ ہے۔ غیرت اور خودداری کی بات جب قرض اور بھیک پر انحصار کرنے والے کرتے ہیں تو دنیا ان کا مذاق اڑاتی ہے۔

کیا بڑی قوتوں نے پاکستانیوں کو بتایا ہے کہ واشنگ مشینوں میں دودھ تیار کر کے قوم کے نونہالوں کو معذور بنا کر مار دو؟ اور کیا امریکا کہتا ہے کہ جھوٹ بولو، ملاوٹ کرو، بچوں سے جنسی زیادتی کرو، دھوکا کرو، کافر کافر کھیلو، ناانصافی کرو، جاہل رہو، کرپشن کرو وغیرہ وغیرہ۔ زراعت اگر پاکستان کی ریڑھ کی ہڈی ہے تو اسے مضبوط بنانے کے لیے روحانی سائنس کی نہیں، جدید سائنس کی ضرورت ہے۔ تعلیمی نظام درست کرنے کی ضرورت ہے۔ انگلش زبان اور انگلش لباس کے استعمال کو وزیر اعظم صاحب نے احساس کمتری کی علامت قرار دے کر کوئی نئی بات نہیں کی ہے ان کے اس بیان سے پہلے انگلش زبان اور انگلش لباس کو حرام اور کفر قرار دیا جا چکا ہے۔ کالج سے فالج بہتر اور اخبار پڑھنے کو کفر قرار دیا جا چکا ہے۔ ان فتاویٰ نے قوم کو جس جہالت کی راہ پر لگایا تھا وزیر اعظم صاحب کا بیان اسی کا شاخسانہ ہے۔ اگر وزیر اعظم صاحب کی منطق پر سر تسلیم خم کر لیا جائے تو کچھ اس طرح کی مضحکہ خیز صورت حال پیدا ہوگی جسے دیکھنے کے لیے دنیا بھر کے سیاح جوق در جوق پاکستان آئیں گے۔ کتنا پر لطف ہوگا وہ منظر جب پاکستانی کرکٹ ٹیم لنگی پہن کر کھیلے گی۔ اسکولوں اور کالجوں میں انگریزی زبان کوئی نہ بولے گا کیونکہ کوئی بھی نہیں چاہے گا کہ اسے احساس کمتری میں مبتلا سمجھا جائے۔

وزیر اعظم صاحب سے ہم یہی گزراش کریں گے کہ وہ حقیقی قومی مسائل کی طرف توجہ دیں، امریکا اور اپوزیشن کو للکارنے سے مسائل بڑھیں گے۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی

میں توازن ہونا چاہیے۔عمران خان صاحب نے اپنی بجٹ تقریر میں یورپین لوگوں کی انصاف پسندی،انسانی خدمات اور رواداری کی تعریف کی ہے مگر ہم آپ سے بصد احترام پوچھنا چاہتے ہیں کہ آپ نے تین برسوں میں کیا کیا؟ آپ نے حضرت عمرؓ کے قول دریائے فرات کے کنارے بھوکا کتا مرنے پر حضرت عمرؓ کے جوابدہ ہونے کا حوالہ تو دیا مگر جناب وزیر اعظم اسلامی جمہوریہ کیا آپ بھی جوابدہ ہوں گے کہ نہیں؟ (ہمارا ہمدردانہ مشورہ ہے حکمران سوانح حضرت عمرؓ کا مطالعہ کریں)

مشہور مفکر، مفتیٔ اعظم مصر محمد عبدہ مصری (۱۸۴۹ءتا۱۹۰۵ء) نے درج ذیل الفاظ میں مغرب اور مشرق کا موازنہ کیا تھا۔

I went to the West and saw Islam, but no Muslims; I got back to the East and saw Muslims, but not Islam.

”بت خانہ وکعبہ تو مزارات ہیں لوگو“ (کلام: رانا محمد حسن خاں)

کا ہے کو کہو اہل کرامات ہیں لوگو　　کب تک جو کریں اہل خرافات ہیں لوگو
قبضہ بھی تجاوز بھی سیاست ہیں مساجد　　بت خانہ و کعبہ تو مزارات ہیں لوگو
غافل نہیں خدمت شیطان سے مسلمان　　ابلیس کی بھی کرتے مدارات ہیں لوگو
اک حشر بپا ہے کہ یہ امت نزع میں　　ملاؤں کے سارے یہ اضافات ہیں لوگو
گر ہزاروں میں طبعی اموات ہیں　　تو لاکھوں غیر طبعی اموات ہیں لوگو
آنکھیں خوں کے آنسو بہاتی ہیں　　باعث اس کا قاتل بذات ہیں لوگو
اجداد پرستی ہو یا خود اپنی ہی پوجا　　اسباب انا مرگ مفاجات ہیں لوگو
کافر ہے فلاں اور فلاں سخت ہے مرتد　　ملا کی یہ اسلامی مہمات ہیں لوگو
ٹرّاتے ہیں قصوں پہ جو نادان سے واعظ　　بے فیض و عمل مینڈک برسات ہیں لوگو
اب سجدہ توبہ سے ہی امت سے ٹلیں گے　　اعمال کے سارے جو مکافات ہیں لوگو
تسکین دل و جان حسنؔ مانگ خدا سے　　مل جائیں تو مولا کے تحیات ہیں لوگو

توجہ فرمائیں

پیشوا ادارہ کا کسی بھی سیاسی جماعت سے تعلق نہیں ہے۔پیشوا ادارہ تمام سیاسی و مذہبی شخصیات کا تہہ دل سے احترام کرتا ہے مگر ان کے غلط نظریات اور افکار کو بیان کرنے کی قارئین کو اس غرض سے اجازت دیتا ہے تا کہ متذکرہ شخصیات اپنی اصلاح کر سکیں۔اگر کوئی شخص سمجھے کہ اسے غلط طور پر تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے تو وہ بھی حق رکھتا ہے کہ وہ بھی ناقدین کی اصلاح کے لئے اپنا موقف پیش کرے اور ادارہ ایسے مضامین کو شائع کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ادارہ پیشوا بلا تفریق مذہب وملّت خدمت کا دعوے دار ہے۔سبھی رسالہ میں اپنے افکار اور خیالات کا اظہار کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ادارہ پیشوا اُن تمام قلمکاروں کو دعوت دیتا ہے جو سمجھتے ہیں کہ وہ لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ادارہ اپنے قارئین کی آراء اور مشوروں کا منتظر ہے۔معزز قارئین کی تجاویز کا خیر مقدم کیا جائے گا اور قارئین کی آراء پر نا صرف غور کیا جائے گا بلکہ قابل عمل تجاویز پر عمل بھی کیا جائے گا۔انشاءاللہ۔

(چیف ایڈیٹر پیشوا انٹرنیشنل۔لندن)

”وہ احسان کا افسوں پھونکا موہ لیا دل اپنے عدو کا“

(حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ انسانیت کی فلاح کے ضامن)

(مضمون نگار: امتہ الباری ناصر صاحبہ)

قرآن مجید کا اعلان ہر قسم کی تفریق کی نفی کر کے سارے رنگ و نسل، قومیت، مذہب اور تہذیب کے جھگڑوں کی بنیاد ہی ختم کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”اے دنیا کے انسانو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے گروہ اور قبائل پہچان کے لئے بنائے ہیں آج سے ذات پات نسلی امتیاز کالعدم ہیں۔ آئندہ عزت و فضیلت اُس کی ہوگی جو خوبی اور اور حدا ترسی میں بہتر ہوگا۔ (سورۃ الحجرات آیت 14)

سب انسانوں کی برابری کے حقوق کے درس پر اولین عمل کرنے والے محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت میں انسان دوستی کی اَن گنت مثالیں ہیں مذہبی رواداری، آزادیٔ ضمیر اور عقیدہ کے اظہار کی آزادی کی قابلِ عمل تعلیم آپؐ نے اپنے عمل سے دی۔ ہم غلامان محمد ﷺ بتوفیقِ الٰہی آپ کی انسانیت دوستی کی مثالیں دنیا کے سامنے تواتر کے ساتھ پیش کرتے رہیں گے۔ اور اس طرح انسانوں کے دل جیت کر اپنے آقا ﷺ کی خدمت میں پیش کریں گے۔ ہر دل پر توحید ورسالت کا جھنڈا گاڑ دیں گے۔

ہمارا مذہب اسلام انسانوں کو پیش آنے والے ہر قسم کے حالات کے بارے میں متوازن تعلیم دیتا ہے اسلام کا مطلب ہی سلامتی ہے آنحضرت ﷺ نے ہر قیمت پر امن قائم رکھنے کی تلقین فرمائی ہے یہی آپ کی بابرکت سنت ہے۔

دعویٰ نبوت سے پہلے آنحضور ﷺ نے حلف الفضول میں شمولیت فرمائی۔ مکہ میں آپ کی انسان دوستی ایک جانی پہچانی حقیقت تھی کیا حسین واقعہ ہے پہلی وحی کے بعد آنحضور ﷺ گھر آکر اپنی بیوی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کو سارا واقعہ سناتے ہیں۔ بات غیر معمولی تھی جو حضرت خدیجہؓ کے لئے بھی نئی تھی مگر دل کو تسلی تھی فرماتی ہیں آپ تو انسانوں کی خدمت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ یہ گواہی لاکھوں گواہیوں پر بھاری ہے۔ آپ کسی بھی غریب کمزور بے بس بیمار کو دیکھ کر مدد کی راہیں سوچتے ہیں۔ آپ کو علم تھا کہ مخلوق کی محبت سے خدا کی محبت ملتی ہے۔ ایک ہی دُھن تھی۔

تیرے کوچے میں کن راہوں سے آؤں
وہ خدمت کیا ہے جس سے تجھ کو پاؤں

آپؐ جنازہ دیکھ کر رُک جاتے بتایا جاتا ہے یہ تو یہودی کا جنازہ ہے جواب دیتے ہیں کیا وہ انسان نہ تھا۔ آپؐ ایک نیا مذہب نئی شریعت لے کر آئے تھے بہت بڑا کام تھا جو آپ کو سونپا گیا تھا کُل عالم کو یہ پیغام پہنچانا تھا۔۔ اپنی پوری جان سے ساری توانائیوں سے اسلام کی سچائیاں بیان فرماتے، صلائے عام تھی قبول کرلو تو بھلائی ہے مگر جبر نہیں لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ۔ آپؐ نہ صرف دوسرے مذاہب والوں کو اپنے مذہب پر قائم رہنے کا اختیار دیتے بلکہ اُنہیں تبلیغ و تعلیم کا حق بھی دیتے خود بھی تحمل سے بات سنتے۔ تاکہ دلیل سے دلیل کا جواب ہو دلیل سے قائل کر کے دل جیتنے کے سامان ہوں۔ عقیدے عبادات اور تبلیغ کی آزادی کے ساتھ اُن کی عبادت گاہوں کی حفاظت کی بھی تعلیم دی آپؐ جانتے تھے کہ ہر ایک کو اپنی عبادت گاہ سے پیار ہوتا ہے آپؐ نے فرمایا عیسائیوں کے گرجوں اور یہود کے معابد کی بھی حفاظت کی جائے پادریوں کو بے دخل نہ کیا جائے۔ 4 ہجری کی بات ہے آپ کی حیثیت ایک فاتح سر براہ مملکت کی تھی سینٹ کیھترائن کے عیسائیوں اور راہبوں کو ایک امان نامہ لکھ کر دیتے ہیں۔

”اِن کے گرجے عبادت خانے خانقاہیں اور مسافر خانے خواہ وہ پہاڑوں میں ہوں یا کھلے میدان میں یا تیرہ و تار غاروں کے اندر ہوں یا آبادیوں میں گھرے ہوئے ہوں، یا وادیوں کے دامن میں اور ریگستانوں میں اِن سب کی حفاظت میرے ذمہ ہے۔ اِن معاہدین اور اُن ہم شریک گروہ کے عقائد و رسومِ مذہب کا تحفظ میری ذمہ داری ہے۔ اِن کے پادری راہب اور سیاح جن مناصب پر ہیں اُنہیں معزول نہیں کیا جائے گا۔ اُن کی عبادت گاہوں میں مداخلت نہ کی جائے گی۔ نہ اُنہیں مساجد میں تبدیل کیا جائے گا۔ نہ مہمان سرائے کے طور پر استعمال کیا جائے گا۔ کسی

نصرانی کو مسلمان ہونے پر مجبور نہ کیا جائے گا۔''

آپؐ جنازہ دیکھ کر رُک جاتے بتایا جاتا ہے یہ تو یہودی کا جنازہ ہے جواب دیتے ہیں کیا وہ انسان نہ تھا۔آپؐ ایک نیا مذہب نئی شریعت لے کر آئے تھے بہت بڑا کام تھا جو آپ کو سونپا گیا تھا کُل عالم کو یہ پیغام پہنچانا تھا۔۔اپنی پوری جان سے ساری توانائیوں سے اسلام کی سچائیاں بیان فرماتے، صلائے عام تھی قبول کرلو تو بھلائی ہے مگر جبر نہیں لَکُم دینکُم وَلِیَ دین ۔آپؐ نہ صرف دوسرے مذاہب والوں کو اپنے مذہب پر قائم رہنے کا اختیار دیتے بلکہ اُنہیں تبلیغ و تعلیم کا حق بھی دیتے خود بھی تحمل سے بات سنتے۔ تا کہ دلیل سے دلیل کا جواب ہو دلیل سے قائل کر کے دل جیتنے کے سامان ہوں۔عقیدے عبادات اور تبلیغ کی آزادی کے ساتھ اُن کی عبادت گاہوں کی حفاظت کی بھی تعلیم دی آپؐ جانتے تھے کہ ہر ایک کو اپنی عبادت گاہ سے پیار ہوتا ہے آپؐ نے فرمایا عیسائیوں کے گرجوں اور یہود کے معابد کی بھی حفاظت کی جائے پادریوں کو بے دخل نہ کیا جائے۔ 4 ہجری کی بات ہے آپؐ کی حیثیت ایک فاتح سربراہ مملکت کی تھی سینٹ کیھتر ائن کے عیسائیوں اور راہبوں کو ایک امان نامہ لکھ کر دیتے ہیں۔

''اِن کے گرجے عبادت خانے خانقاہیں اور مسافر خانے خواہ وہ پہاڑوں میں ہوں یا کھلے میدان میں یا تیرہ وتار غاروں کے اندر ہوں یا آبادیوں میں گھرے ہوئے ہوں، یا وادیوں کے دامن میں اور ریگستانوں میں اِن سب کی حفاظت میرے ذمہ ہے۔ اِن معاہدین اور اُن ہم شریک گروہ کے عقائد ورسومِ مذہب کا تحفظ میری ذمہ داری ہے۔ اِن کے پادری راہب اور سیاح جن مناصب پر ہیں اُنہیں معزول نہیں کیا جائے گا۔ اُن کی عبادت گاہوں میں مداخلت نہ کی جائے گی۔ نہ اُنہیں مساجد میں تبدیل کیا جائے گا۔نہ مہمان سرائے کے طور پر استعمال کیا جائے گا۔کسی نصرانی کو مسلمان ہونے پر مجبور نہ کیا جائے گا۔''

امان نامہ قدرے طویل ہے اس کا ہر لفظ امن سلامتی کا بے نظیر نمونہ ہے اور اسے عیسائی مؤرخین بھی نقل کرتے اور آنحضورﷺ کی شانِ اقدس کو سلامتی کا مثالی نمونہ قرار دیتے ہیں۔

آپؐ نے دینی اختلاف کو وجہِ نزاع نہیں بنایا۔اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کا کھانا کھانے اور ان کی پاک دامن عورتوں سے شادی کی اجازت دی ہے۔آپؐ نے بلا امتیاز مذہب وملت محض خدا تعالیٰ کی خاطر مخالفین جو جنگی جرائم کے مرتکب ہوئے تھے اُن سے بھی بھی حسنِ سلوک فرمایا۔ یہ امن کا شہزادہ فرماتا ہے۔جنگی قیدیوں سے بھی حُسنِ سلوک کرو۔ جو خود کھاؤ وہ اُن کو کھلاؤ جو خود پہنو وہ اُن کو پہناؤ۔ یہودیوں کے دل کینے سے بھرے ہوئے تھے آپؐ کے قتل کی کوشش کرتے مگر آپؐ نے اُن کو بھی معاف کر دیا اور فرمایا یہود کو اپنے مذہب کی مکمل آزادی ہوگی مذہبی درسگاہوں کو کام کرنے دیا جائے گا۔ اِن درسگاہوں میں یہودی مبلغ تیار ہوتے تھے۔آپؐ وہاں تشریف لے جاتے وہ بھی آپؐ کی مجلس میں آتے اور سوال جواب کی محفلیں ہوتیں۔

مسجد نبوی میں نجران کے عیسائیوں سے گفتگو کا واقعہ ہم نے بار بار پڑھا ہے دوران گفتگو ان کی عبادت کا وقت ہو گیا آپؐ نے ان کو مسجد نبوی میں عبادت کی اجازت دی جبکہ اُن کا قبلہ بھی بالکل مخالف سمت تھا۔(ابن سعد جلد ا۔صفحہ 357) طائف سے مشرکین بنو ثقیف کا وفد آتا ہے۔اہل طائف کا آپ سے سلوک ذہن میں لایئے مگر اس نبی رحمتﷺ نے نہ صرف درگزر کیا بلکہ مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور ایسی گرمجوشی سے جیسے کوئی قریبی عزیز آتا ہے۔مذہبی اختلاف کے باوجود انصاف رحم، ہمدردی اور رواداری کے برتاؤ کی بے شمار مثالیں ہیں۔

سپینش، فرنچ اور رومن انکوں زیشن کے مظالم کے ہولناک واقعات سامنے لایئے، اور امن و سلامتی کے شہزادے پر درود بھیجیے۔دریدہ دہن دشمنوں کو آپ کو دہشت گرد کہتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی دُور نہ جایئے آج کی نام نہاد مہذب قوموں کا افغانستان اور عراق میں آگ برسانا اور جنگی قیدیوں سے خوفناک ذلّت آمیز سلوک کرنا کہاں کی انسانیت ہے؟ پھر فلسطین' شام اور لبنان کا حال دیکھیں لگتا ہے انسانیت کی رمق بھی باقی نہیں رہی۔حضرت رسول اکرمﷺ کا کسی دشمن سے بھی برا سلوک کرنا تو دور کی بات ہے آپؐ نے بدسلوکی کے مقابلے پر بھی انتقامی کارروائی نہیں کی آپؐ نے ظلم کرنے والوں کے ظلم فراموش کر کے اُن سے احسان کا سلوک کیا۔گالیاں سُن کے دعائیں دیں، زخم کھا کے بھلائی کی تدبیریں کیں۔کسی مذہب کے بانی کے پاس ایسے حسنِ سلوک کی اس سے ہزارویں حصہ مثالیں بھی نہیں ملتیں۔ بعض دفعہ رفع شر کے لئے اپنے حقوق بھی قربان کئے صلح حدیبیہ اس کی شاندار مثال ہے کہ اپنے نام کے ساتھ رسول اللہ کا لفظ بھی امن کی خاطر خود کاٹ دیا آپﷺ نے ہر قسم کے فساد، خون خرابے اور قتل و غارت سے باز رہنے کا درس دیا۔ جب اسلام پر تلوار سے حملے ہوتے تھے تو تلوار سے جواب کی اجازت ملی تھی زبان

کے حملوں کا جواب زبان سے دینا ہوگا ہمارے کسی عمل سے اسلام اور آنحضرت ﷺ کی ذات مقدسہ کے خوبصورت نام پر حرف نہ آئے۔

ہماری کمزوری کی وجہ سے آج عیسائی دنیا حضرت عیسیٰؑ کے چند مبالغہ آمیز معجزوں کو پیش کر کے رسولِ پاک ﷺ پر اُن کی برتری ثابت کرتی ہے اور مسلمان بھی اس سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ ان کے منہ اس لئے نہیں کھلتے اور ان کے قلم اس لئے نہیں اٹھتے کہ انہوں نے اسوۂ حسنہ سے واقفیت نہیں رکھی۔ اور رکھی بھی ہے تو کیسی ادھوری اور جاہلانہ پیارے آقا نے زندگی بھر قرآن کا جہاد حسن واخلاق کا جہاد اور جنگ ٹھونسی جانے پر تلوار کا جہاد کیا۔ اور آج کے مسلمان سارے مفہوم بُھلا کر جسم پر بم باندھ کر بے قصور لوگوں پر خودکش حملوں کو جہاد کہنے لگے۔ ہم نے کیسی وفا کی اپنے نبیؐ کے ساتھ کیا کیا آپ کی تعلیمات کے ساتھ؟۔

ہم خود رسولِ پاک ﷺ سے حقیقی محبت کرنے والے ہوتے تو آج کسی کی جرأت نہ ہوتی الزام تراشی کی۔ کیا دنیا میں ایسی امن پسندی کوئی مثال ہے جب فتحِ مکہ کے بعد آپؐ کے سامنے ایک سے ایک مجرم کھڑا تھا جنہوں نے اذیتوں اور دُکھ دینے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا، خون کے پیاسے، مکہ کی پتھریلی زمین پر گھسیٹنے والے، تپتی بھٹیوں میں جھونکنے والے، شعب ابی طالب میں محصور کرنے والے، حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبانے والے، آپ کی صاحبزادی زینبؓ کو شہید کرنے والے، یہ سب اپنے گھناؤنے جرموں کا محضر نامہ لے کر سامنے موجود تھے۔ آپؐ کے پاس اختیار تھا فاتحِ مکہ تھے مگر ہزاروں درود وسلام ہو اُس امن کے شہزادے رحمتہ اللعالمین پر فرمایا: ”جاؤ تم سب آزاد ہو صرف میں خود تمہیں معاف نہیں کرتا بلکہ اپنے ربّ سے بھی تمہارے لئے عفو کا طلبگار ہوں۔“

(سیرت ابن ہشام جلد 4 ص 94)

وہ احسان کا افسوں پھونکا موہ لیا دِل اپنے عدو کا
کب دیکھا تھا پہلے کسی نے حسن کا پیکر اس خُو بُو کا
نخوت کو ایثار میں بدلا ہر نفرت کو پیار میں بدلا
عاشق جان نثار میں بدلا پیاسا تھا جو خار لہو کا

ابو جہل کے بیٹے عکرمہ کو معاف کیا بلکہ عزت کے ساتھ اُس کو اپنے مذہب پر رہنے کی اجازت دی۔ خیبر کی یہودی عورت جس نے آپؐ کو زہر دینے کی کوشش کی تھی کو معاف کر دیا۔ پیارے آقا آپ پر لاکھوں سلام۔ آپؐ نے کبھی اپنی ذات کے لئے نہیں سوچا اپنے لئے کبھی انتقام نہیں لیا۔ ایک شخص عثمان بن طلحہ کے پاس خانہ کعبہ کی چابیاں تھیں اُس نے آپؐ کو خانہ کعبہ میں جانے سے روکا تھا فتح مکہ کے بعد آپؐ نے اُسے بُلایا اور فرمایا یہ چابیاں اب بھی تم ہی رکھو۔ کیسا حوصلہ تھا۔ عفو ورحمت کا دامن کس قدر وسیع تھا کمزوری کے زمانہ میں بھی طاقت کے زمانہ میں بھی مفتوح بھی ہیں اور فاتح بھی مگر بدلہ نہ انتقام، رحمت ہی رحمت۔

لیا ظلم کا عفو سے انتقام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

ابھی تک جو بھی واقعات آپ کے سامنے رکھے ہیں سب غیر مسلموں مشرکین، یہود، عیسائی اور دیگر مخالفین سے حسنِ سلوک کے ہیں اگر مسلمانوں سے آپؐ کی شفقت محبت، رحم کے واقعات پیش کروں تو بیان کرتے ہوئے صدیاں لگ جائیں۔ ایسے مجسم رحمت نبیؐ کی اُمت ہونے کے ناتے ہم پر فرض بنتا ہے کہ ہم زمانے کو آپؐ کی سچی تصویر دکھا کر چیلنج کریں کہ کون ہے جو اس من موہنے پر سختی کا الزام لگا سکتا ہے۔ پھر اپنے عمل سے دکھائیں کہ ہم اس نبی کے ماننے والے ہیں جو رواداری کا پیغامبر ہے۔ اس کے ساتھ اپنی نئی نسلوں کو بھی اسوہ رسولؐ سے شناسا کریں ہمارے بچے دشمنوں کی اِلحاد پھیلانے کی سوچی سمجھی سکیموں کے تیزی سے شکار ہو رہے ہیں کیونکہ ان کے حملہ کرنے کے انداز غیر محسوس طور پر اثر انداز ہوتے ہیں گھر میں ہمارے سامنے بیٹھے ہوئے بچے جب اغیار کے تیار کردہ متعصّبانہ پروگرام دیکھتے ہیں تو غیر محسوس طور پر زہر ان کے اندر اترنے لگتا ہے۔ کم علمی اور ادیان باطلہ کی ظاہری شکل سے متاثر ہو کر ان کی نقّالی میں فخر سمجھتے ہیں رسولِ پاکؐ پر الزام لگے تو اُن کے پاس جواب نہیں ہوتے۔ ہمیں اپنی نسلوں کو بھی بچانا ہے، گستاخ انسانوں اور قوموں سے خدا وند توانا خود نمٹ لے گا۔ اتنے ظلم پر ہمارا خدا خاموش نہیں رہتا کوئی سونامی کوئی زلزلہ کوئی کرونا خبردار کرتا رہتا ہے کہ خدا اور اُس کے رسول سے گستاخی کا انجام اچھا نہیں۔ یہ استغفار کا وقت ہے:

نسل انساں سے مدد اب مانگنا بے کار ہے
اب ہماری ہے تیری درگاہ میں یارب پکار
اک کرشمہ سے دکھا اپنی وہ عظمت اے قدیر
جس سے دیکھے تیرے چہرے کو ہراک غفلت شعار
میرے آنسو اس غمِ دل سوز سے تھمتے نہیں
دیں کا گھر ویراں ہے اور دنیا کے ہیں عالی منار

حضرت رسول کریم کی شان میں جسارت کرنے والوں کو خود مولیٰ کریم نے خبر دار کیا ہے کہ اگلے جہان میں سزا دینے کا کام اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے جو ہمارے بدلے اور سزا سے یقیناً بہت سخت ہوگا۔ دین کے معاملے میں زیادتی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے خبر دار کیا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا:

اَلقِیَا فِی جَھَنَّمَ کُلَّ کَفَّارٍ عَنِیدٍ مَّنَّاعٍ لِّلخَیرِ مُعتَدٍ مُّرِیبِ الَّذِی جَعَلَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ فَاَلقِیٰہُ فِی العَذَابِ الشَّدِیدِ۔

(سورہ ق: ۵۲ تا ۸۲)

(اے سائق اور اے گواہ!) تم دونوں ہر سخت ناشکری کرنے والے (اور حق کے) سخت مُعاند کو جہنّم میں جھونک دو۔ ہر اچھی بات سے روکنے والے، حد سے تجاوز کرنے والے اور شک میں مبتلا کرنے والے کو۔ وہ جس نے اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود بنا رکھا تھا۔ پس تم دونوں اسے سخت عذاب میں جھونک دو۔

رسالت مآب ﷺ کی شان میں گستاخی دونوں جہان میں معاف نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

إِنَّ الَّذِینَ یُؤذُونَ اللّٰہَ وَرَسُولَہُ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَأَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِینًا ۔ (الأحزاب 58)

یقیناً وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا میں بھی لعنت ڈالی ہے اور آخرت میں بھی اور اس نے ان کے لئے رُسوا کُن عذاب تیار کیا ہے۔

اسلام اور بانی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور قرآن پر اعتراضات اور حملوں کا دستور عام ہو گیا ہے۔ کوئی ہمارے جان سے پیارے آقا ﷺ کے مضحکہ خیز کارٹون شائع کرتا ہے تو کوئی آپؐ کے کردار پر حرف اٹھانے کی ناپاک جسارت کرتا ہے کوئی آپ کو نعوذ باللہ دہشت گرد قرار دیتا ہے کوئی قرآن پاک پھاڑنے اور جلانے کی قبیح حرکت کرتا ہے اسلام پر حملے پہلے بھی ہوتے تھے مگر اب جس تواتر اور منصوبہ بندی سے ہو رہے ہیں ظاہر کرتے ہیں کہ دشمنانِ دین کی دریدہ دہنی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ پھر جب دیکھا کہ اس عمل سے مسلمانوں میں آسانی سے آگ لگائی جا سکتی ہے تو اچھا تماشا مل گیا ہے کچھ عرصے بعد کوئی بہانہ بنا کر نیا شوشہ چھوڑ دیتے ہیں۔ مسلمانوں کی آنحضور ﷺ سے محبت ان کے ایمان کا حصہ ہے ہر ایک مسلمان کے کلیجے کو ہاتھ پڑتا ہے بے حد تکلیف پہنچتی ہے اس تکلیف کے ازالے کے لئے کسی معقول نتیجہ خیز صورت کی طرف رہنمائی نہ ہونے کی وجہ سے تھوڑی دیر غیر مربوط پھُسپھُسا بے اثر ردِ عمل سامنے آتا ہے کچھ دن جلوس نکلتے ہیں نعرے لگتے ہیں قرار دادیں پاس ہوتی ہیں۔ اپنے ہی گھر میں توڑ پھوڑ اور جلاؤ گھیراؤ شروع ہو جاتا ہے۔ عجیب بے تکا احتجاج ہوتا ہے یہ سن کر کہ کوئی پیارے آقاؐ کی شان میں گستاخی کرتا ہے غم و غصہ میں تپ کر اپنے ہی گھر پر مٹی کا تیل چھڑک کر ماچس دکھا دینا تو کوئی حل نہیں اس سے اپنی تکلیف کا ازالہ ہوا نہ آنحضورؐ کی شان و عزت میں اضافہ ہوا اور نہ آئندہ کے لئے دشمن کے ہاتھ رُکے۔ ہاں جگ ہنسائی ضرور ہوتی ہے اور دشمنانِ دین کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کے پاس ابھی تک کوئی باہوش رہنما نہیں ایسی لیڈر شپ نہیں جو سمجھا سکے کہ احتجاج کے لئے کونسا طریق مؤثر ہے کوئی سالار باقی نہیں رہا جو شتر بے مہار اُمت کو یکجا اور یک رُخ کر سکے۔ اس طرح دشمن کے حوصلے بڑھتے ہیں کمزور پر ضرب لگانے کا موقع کون ضائع کرتا ہے۔ دلوں کے بُغض کو راہ دینے کے وقت سے فائدہ اٹھانا کس کو بُرا لگتا ہے۔

حالیہ انتہائی ظالمانہ جسارت فرانس میں ہوئی ہے جہاں ایک استاد نے آزادیٔ اظہار کی آڑ میں طالب علموں کو ہمارے محبوب آقا ﷺ کے مضحکہ خیز خاکے دکھائے۔ **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون**۔ ڈنمارک میں بھی ایسی ہی ناپاک حرکت ہوئی تھی۔

آنحضرت ﷺ کی طرف اپنے دل کا بُغض اُچھالنے والوں کو جواب دینے کا صحیح طریق یقیناً یہی ہے کہ انہیں تفصیل سے تواتر سے آپؐ کا حسین اسوۂ حسنہ بتایا جائے۔ سیرت پڑھیں، سیرت لکھیں، سیرت چھاپیں اور اپنے کردار سے اسوۂ رسول ﷺ دکھائیں۔ کور چشموں کو روشنی ملے تو وہ اندھیروں سے نکلیں اور خود اُس حسن کے گرویدہ ہو جائیں محبت سے درود پڑھیں اور کثرت سے پڑھیں اللہ اپنے پیارے کے لئے خود ان بدخواہوں کو جواب دے گا درود شریف کے ساتھ دشمنوں کے راہ راست پر آنے کے لئے دعا کریں۔ اور اپنی نسلوں کی حفاظت کے لئے ان کے دلوں میں اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت پیدا کریں۔ اور دوسروں کے مذہبی معاملات میں دخل نہ دیں۔ اگر کوئی بات سمجھانی ہو تو نرمی، تحمل اور ہمدردی سے سمجھائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے کی عزت و تکریم بڑھاتے رہنے کے سامان خود کرتا ہے، ہم اگر کوئی کوشش کریں گے تو اپنے ثواب کے لئے ہے تا کہ اس کا کرم شامل حال رہے اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اللّٰھُمّ صَلِّ علَےَ مُحمّدٍ و علَےَ آلِ مُحمّدٍ کما صَلَّیت علَےَ إِبرَاھِیمَ و علَےَ آلِ إِبرَاھِیمَ إِنّک حَمِیدٌ مَجِیدٌ۔
اللّٰھُمّ بارِك علَےَ مُحمّدٍ و علَےَ آلِ مُحمّدٍ کما بارکت علَےَ إِبرَاھِیمَ و علَےَ آلِ إِبرَاھِیمَ إِنّک حَمِیدٌ مَجِیدٌ۔

مشرقی اُفق

”نوبل انعام یافتہ ملالہ کی کہانی“

میر افسر امان۔اسلام آباد

ملالہ کو خود سوات کی بچیاں اور خواتین پسند نہیں کرتیں۔اگر کوئی ملالہ کی کہانی کی مزید حقیقت تک پہنچنا چاہتا ہے تو اُسے سوات کے ایک محقق جناب ڈاکٹر سلطان روم کے مضمون ”المیہ سوات اور ایوارڈز“ قسط اول ،دوم جو اخبار آزادی سوات میں ۲۷/۲۸/ اگست ۲۰۱۲ء شائع ہوئے تھے پڑھ سکتا ہے۔ ان مضمونوں پر مختلف لکھاریوں کے تجزیے اخبارات میں شائع ہوئے تھے جن پر ڈاکٹر سلطان روم صاحب نے تبصرہ کیا تھا جو بنام ”سیاہ ملالہ اور مبالغے مغالطے“ جو آزادی اخبار میں ہی گیارہ قسطوں میں شائع ہوئے تھے میں مزید روشنی پڑتی ہے۔اس ناپسندیدگی کی ایک فطری وجہ عالمی شاطروں کی ملالہ پر انعامات کی بارش بھی ہے۔ کیونکہ لوگ جانتے ہیں عالمی شاطر انعامات کی بارش اسی پر کرتے ہیں جو اسلام کے خلاف بولتا ہے۔ جیسے ملالہ کی اسلام کے خلاف ڈائریاں اور سلمان رُشدی قماقش کے لوگوں کی اسلام کے خلاف کتابیں۔ ویسے بھی سوات کے سارے لوگ جانتے ہیں کہ ملالہ نے بچیوں کی تعلیم کے لیئے کچھ بھی تو نہیں کیا؟ بلکہ جب طالبان سوات پر غالب تھے اور بچیوں کے سرکاری اسکول بارود سے اُڑا جا رہے تھے تو پہلے تو ملالہ سوات کے دوسرے پرائیویٹ اسکولوں کی طرح اپنے باپ کے پرائیویٹ اسکول میں آرام سے پڑھ رہی تھی۔ صبح اسکول جاتی تھی دوپہر کو واپس آ جاتی تھی ۔جب ذرہ خوف زدہ ہوئی تو اپنے باپ کے ساتھ محفوظ جگہ ایبٹ آباد چلی گئی۔سوات میں امن کے بعد واپس آئی تھی ۔اس کے بعد اس پر نام نہاد حملہ کا ڈرامہ رچایا گیا۔اخبارات نے سرخیاں لگائیں کہ ملالہ یوسفزئی قاتلانہ حملے میں ۲ ساتھی طالبات سمیت شدید زخمی ہوئی۔ ایک گولی ملالہ کے سر اور دوسری گردن میں لگی حوالہ” روزنامہ خیبر پشاور اشاعت ۹/ اکتوبر ۲۰۱۲ء“ پہلے سیدو شریف ہسپتال پھر ہیلی کاپٹر کے ذریعے سی ایم ایچ پشاور میں منتقل کیا گیا۔ ملالہ کے بیرون ملک علاج ہی سے جان بچائی جا سکتی ہے۔ میڈیکل بورڈ رزنامہ“ کا اعلان۔حوالہ چاند اشاعت ۱۰/ اکتوبر ۲۰۱۲ء“ اور بعد میں اسپیشل ایئر ایمبولنس کے ذریعے لندن منتقل کیا گیا۔ سر اور گردن میں گولی لگنے والی ملالہ لندن کے ہسپتال سے بغیر علاج صرف جادو کے زور سے ایک دم صحت یاب ہوگئی۔ پھر گیم کے عالمی کرداروں نے س پر انعامات کی پھر بارش شروع کر دی۔ یہ انعامات بی بی سی اردو کے بلاگ پر پوسٹ کی گئی ڈائریوں، جن میں فوج، طالبان اور اسلام کے خلاف زہر پھیلایا گیا تھا دیے گئے اب اس خلائی مخلوق (ملالہ) پر دل تھام کر انعامات کی بارش کو سینیے۔ پاکستان میں سب سے پہلے یوسف رضا گیلانی نے ۲۰۱۱ء پاکستان کا ”قومی ایوارڈ برائے امن ایوارڈ“ دیا۔ پھر نیشنل عوامی پارٹی کی صوبائی حکومت نے بھی نقد انعام دیا۔ بی بی سی بلاگ پر پوسٹ کی گئی ڈائریوں کے بعد نیویارک ٹائمنر کے رپورٹر نے ملالہ پر ایک خصوصی فلم بنائی۔ جس کی خوب تشہیر کی گئی۔ پاکستان کے اُردو ،پشتو چینلوں نے ملالہ کے انٹرویوز کیے ۔ برطانیہ میں ملالہ (خلائی مخلوق) کی حفاظت کی ذمہ داری مختلف عیسائی اداروں نے سنبھال لی۔ جنہیں (malalainc) کا نام دیا گیا۔ تشہیر کی ذمہ داری ”ایڈلمان“ نے سنبھال لی۔ ۲۰۱۲ء میں پاکستان کا ایک اور ایوارڈ ”ستارہ شجاعت“ دیا گیا۔ ۲۰۱۲ء کو اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری بان کی مون نے ”ملالہ ڈے“ منانے کا اعلان کیا۔ جسے ہر سال منانے کا بھی اعلان کیا گیا۔ ۲۰۱۲ء میں ہی امریکی عالمی جریدے ”فارن پالیسی میگزین“ نے ملالہ کو ۱۰۰ اگلوبل تھنکر میں شامل کیا۔ اسی سال سماجی انصاف کے ”مدر ٹریسا ایوارڈ“ دیا گیا۔ اسی سال ٹائم میگزین میں ملالہ کو ”پرسن آف دی ایئر“ قرار دیا۔ اسی سال عالمی ادارے یونسکو نے لڑکیوں کی تعلیم کے لیے ”ملالہ فنڈ“ قائم کیا۔ اس فنڈ میں مشہور امریکی اداکارہ انجلینا جولی نے ۲/ لاکھ ڈالر کی رقم جمع کرائی۔ ۲۰۱۳ء میں اٹلی نے ملالہ کو اعزازی شہریت سے نوازا۔ اسی سال فرانس نے ملالہ کو ”سائمن ایوارڈ“ سے نوازا۔ برطانوی اساتذہ کی یونین نے ”فریڈ اور اپنے ایوراڈ“ سے نوازا ۔اسی سال ملالہ کو نوبیل انعام کے لیے نامزد کیا گیا ۔ملالہ کا نام ۱۵۰/ سے زائد نامزدگان میں سرِ فہرست تھا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ ۲۰۱۳ء میں او پیک نے ملالہ کو ایوارڈ دیا۔ مئی ۲۰۱۳ء میں امریکا میں ”امید عکس“ ایوراڈ سے نوازا گیا۔ ۲۰۱۳ء میں برطانیہ میں ملالہ کے پوٹریٹ کی نمائش کی گئی۔ ۲۰۱۳ء میں یونیورسٹی آف ایڈن برگ نے ایم اے کی اعزازی ڈگری دی۔ ۱۲/ جولائی کو ملالہ کو اقوام متحدہ کی یوتھ اسمبلی میں خطاب کا منفرد اعزاز حاصل ہوا۔ گورڈن براؤن اور بان کی مون نے اپنا ہیرو اور چمپیئن قرار دیا۔ جولائی ۲۰۱۳ء میں ملالہ کو برطانوی اخبار کی جانب سے

''پرائیڈ آف بریٹین'' ایوارڈ ملا۔ ملالہ نے ایک استقبالیہ جس کی میزبانی ملکہ برطانیہ کوئین الزبتھ اوراس کے شوہر شہزادہ فلپ نے کی شرکت کی اپریل ۲۰۱۳ء میں ٹائم میگزین نے سرورق پر ملالہ کی تصویر شائع کی جس میں دنیا کی ۱۰۰/ بااثر افراد میں شامل کیا۔ ۲۰۱۳ء میں ہالینڈ کی تنظیم گڈز رائٹس فاؤنڈیشن کی جانب سے ملالہ کو ''انٹرنیشل چالڈرنز پیس پرائز'' دیا گیا۔ ۲۰۱۳ء میں ایمنسٹی انٹرنیشنل نے ملالہ کو ''ضمیر کی سفیر'' برائے ۲۰۱۳ء کا ایوراڈ دیا۔ کلنٹن فاؤنڈیشن کے تحت مالہ کو ''کلنٹن گلوبل سٹیزن ایوراڈ'' دیا گیا۔ ۲۰۱۳ء میں ہاورڈ یونیورسٹی نے ''پیٹر گومز ہیومیٹرین ایوارڈ'' دیا گیا۔ ۲۰۱۳ء میں ملالہ سے یورپ کی سب سے بڑی لائبریری ''لائبریری آف جولائی برمنگھم'' کا افتتاح کروایا گیا۔ ۲۰۱۳ء میں اوباما نے اپنی بیوی اور بیٹی کے ساتھ ملالہ سے ملاقات کی۔ ۲۰۱۳ء میں کنیڈا نے ملالہ کو اعزازی شریت دی۔ ۲۰۱۳ء میں امریکی جریدے گلیمر میگزین نے ملالہ کو ''گلیمر خاتون'' کے ایوراڈ سے نوازا۔ ۲۰۱۳ء میں یورپ کے سب سے بڑے ایوارڈ ''آندرے سخاروف'' سے نوازا گیا اور یورپی پارلیمنٹ سے بھی خطاب کیا۔ ان ایوارڈ کی بارش کو دیکھ کر میں حیران ہوگیا۔ بلکہ میرا یقین پکا ہوگیا جو اللہ کی کتاب نے پہلے ہی فرمادیا ہے کہ ''مسلمانوں یہود و نصارا ہرگز تمہارے دوست نہیں ہوسکتے جب تک تم ان جیسے نہ ہو جاؤ'' یا اللہ کیا ملالہ اوراس کا لالچی باپ ضیاالدین یوسف زئی ان جیسے ہوگئے ہیں؟ یا یہ مسلمانوں کے خلاف گہری سازش ہے؟ پاکستان میں قائداعظمؒ کے بعد قومیتوں کو کھل کر کام کرنے دیا گیا۔ جس کی وجہ سے بنگالی قومیت کے نام پر پاکستان کے دو ٹکڑے کیے گئے۔ اب بھی قوم پرست، سیکولر اور لبرل اس سازش میں مصرف ہیں۔ ملک کے چوٹی کے سیاستدانوں کو ان لوگوں نے جال میں پھنسا دیا ہے۔ جبکہ پاکستان کی اساس اسلام ہے۔ کیا امتِ مسلمہ اسلامی دنیا میں عیسائیوں کی سازشوں سے آگاہ نہیں ہیں؟ ملالہ کے لالچی باپ نے اپنی بیٹی کے لیے آکٹوپس کا کردار کیوں ادا کیا۔ عیسائی فوجوں نے عراق اور افغانستان میں لاکھوں بچوں کو غذا سے محروم کر کے جو وحشیانہ جرم کیا ہے۔ کیا ملالہ ڈرامہ اس پر پردے ڈالنے کی کوشش ہے؟ ملالہ کو سیکولر انتہا پسندوں کا دنیا کی عظیم شخصیت بنانا، عیسائی ملکوں کے غیر معمولی ردعمل نے ایک عام مسلمان کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ عیسائیوں کی فوجوں نے عراق میں خوراک کی قلت پیدا کی اور دودھ کی کمی کی وجہ ۱۸/لاکھ بچے ہلاک کر دیے گئے تھے۔ اور یہی حال افغانستان کا ہے۔ پاکستان میں ڈمہ ڈولہ کے دینی مدرسہ پر ڈرون حملہ کر کے ۸۰ بچوں کو شہید کیا گیا۔ فاٹا میں بچیوں کو شہید کیا گیا۔ سوات میں تعلیم کے لیے کچھ بھی نہ کرنے والی ملالہ کو ہیرو کے طور پر پیش کرنے اعلیٰ ترین انعامات و اعزازات کی بھرمار نے کئی سوالات کو جنم دیا ہے کہ مسلم دنیا میں بمباری کر کے بے شمار اسکولوں کو تباہ کر کے بچیوں کو تعلیم سے محروم کرنے والوں کے عزائم کیا ہیں؟ ملالہ سے کہلوایا جارہا ہے کہ وہ پاکستان کی وزیراعظم بنے گی۔ شاید وہ گُم کردہ راہ اور اس کا ایمان فروش باپ نہیں جانتے کہ یہ معاملہ عقیدے اور ایمان کا ہے۔ ☆☆☆

''ہمارے اشکوں سے جو بھی الجھا کئے ہیں بجھا کریں گے'' (کلام: مولوی مصلح الدین احمد صاحب راجیکی)

بہار ہستی میں ہم تو جیسے کھلا کئے ہیں کھلا کریں گے
جو مٹنے والے ہیں اس چمن میں وہ مٹا کئے ہیں مٹا کریں گے

وہ اور ہوں گے جو سیل دریا میں ڈوب مرنے کی ٹھان بیٹھے
ہم ایسی موجوں کی کشمکش میں بڑھا کئے ہیں بڑھا کریں گے

ہزار شعلے کرے فراہم یہ دہر برق و شرار بن کر
ہمارے اشکوں سے جو بھی الجھا کئے ہیں بجھا کریں گے

ہمیں زمانہ میں کیا ڈرائیں گی خارزاروں کی تیز نوکیں
ہم ایسی راہوں پر مسکرا کے چلا کئے ہیں چلا کریں گے

عدو جو چاہے تو آزما لے یہ دل پڑا ہے یہ جاں پڑی ہے
کہ ہم فنا کا شکار ہوکر جیا کئے ہیں جیا کریں گے

مضمون نگار کے خیالات سے ادارہ پیشوا انٹرنیشنل کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

فلسطین کی تقسیم اور اسرائیل کا قیام!

(جہانگیر خاں۔لندن)

کیا مسئلہ فلسطین حل ہوسکتا تھا یا آئندہ ہوسکتا ہے؟ یہ وہ سوال ہے جس کا جواب قارئین کو اس مضمون کو آخر تک پڑھنے سے مل سکتا ہے۔ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ سر چوہدری محمد ظفر اللہ خاں یقینی طور پر یا تو فلسطین کی تقسیم رکواسکتے تھے یا پھر فلسطین کی تقسیم اس طرح سے کروانے میں کامیاب ہوسکتے تھے کہ فلسطینی ریاست کو بہت سارے وہ حقوق بھی مل جاتے جنہیں دینے پر برطانیہ، امریکا اور اس کے حواری آمادہ نہ تھے۔ چوہدری صاحب کا اگر عرب بالخصوص فلسطینی لیڈر شپ ساتھ دیتی تو آج تہتر برس بعد بھی فلسطین لہو نہ اگل رہا ہوتا۔ چوہدری محمد ظفر اللہ خاں اپنی یادداشتوں پر مشتمل کتاب ''تحدیث نعمت'' میں فلسطین کی تقسیم اور اسرائیل کا قیام کے عنوان سے فلسطین کے متعلق حقائق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''سب سے اہم مسئلہ جو اس اجلاس میں زیر بحث آیا وہ قضیہ فلسطین تھا۔ پہلے یہ ذکر ہوچکا ہے کہ اقوام متحدہ کے فلسطین کمیشن نے فلسطین کی تقسیم کی سفارش کی تھی۔ یہ رپورٹ 1947 کے اجلاس میں زیر بحث آئی اور اس پر اسمبلی کی اول کمیٹی میں بحث ہوئی۔ کمیٹی کے صدر آسٹریلیا کے وزیر خارجہ ڈاکٹر ایوٹ تھے۔ بحث کے دوران میں اول کمیٹی نے دو سب کمیٹیاں مقرر کیں۔ ایک کے سپرد یہ کام ہوا کہ تقسیم کی تفاصیل پر غور کرکے رپورٹ کرے اور دوسری کے ذمہ یہ فرض عائد کیا گیا کہ فلسطین کی وحدت برقرار رکھتے ہوئے عربوں اور صیہونیوں کے حقوق کی حفاظت کا منصوبہ تیار کرے۔ کولمبیا کے مندوب دوسری کمیٹی کے صدر منتخب کیے گئے۔ کچھ دن بعد وہ اس ذمہ داری سے دست کش ہوگئے اور ان کی جگہ اس سب کمیٹی نے مجھے صدر منتخب کیا۔ دونوں سب کمیٹیوں کی رپورٹ پر طویل بحث وتمحیص کے بعد اول کمیٹی نے تقسیم کے حق میں تجویز منظور کرلی۔ اس عرصے میں بہت کشمکش جاری رہی۔

جب پاکستان کی طرف سے میں نے پہلی بار تقریر شروع کی تو عرب نمائندگان کو کچھ اندازہ نہیں تھا کہ میری تقریر کا رخ کس طرف ہوگا۔ پاکستان ایک دو دن قبل ہی اقوام متحدہ کا رکن منتخب ہوا تھا۔ عرب ممالک کے مندوبین ہمیں خاطر ہی میں نہیں لاتے تھے اور ہماری طرف سے بالکل بے نیاز تھے۔

میری تقریر کا پہلا حصہ تو تاریخی اور واقعاتی تھا۔ جس کے بعض حصوں سے عرب مندوبین بھی ناواقف تھے جب میں نے تقسیم کے منصوبے کا تجزیہ شروع کیا تو اور اس کے ہر حصہ کی ناانصافی کی وضاحت کرنی شروع کی تو عرب نمائندگان نے توجہ سے سننا شروع کیا۔ تقریر کے اختتام پر ان کے چہرے خوشی اور طمانیت سے چمک رہے تھے۔ اس کے بعد اس معاملہ میں عرب موقف کا دفاع زیادہ تر پاکستان کا فرض قرار دے دیا گیا۔

تقریریں تو عرب مندوبین کی طرف سے بہت ہوئیں اور بعض ان میں ٹھوس اور موثر دلائل سے آراستہ بھی تھیں لیکن عرب فصاحت کا اکثر حصہ جذباتی رنگ لیے ہوئے تھا اور وقت کا بہت سا حصہ انہوں نے یہ ثابت کرنے کی بے سود کوشش میں صرف کیا کہ فلسطین میں جو یہودی آ کر آباد ہورہے ہیں ان میں سے اکثر نسل ابراہیم ہی بلکہ روسی قبیلے بنام خازار سے ہیں جن کے آباواجداد نے ایک وقت میں یہودی مذہب اختیار کرلیا تھا۔ عرب موقف ہر پہلو سے اس قدر مضبوط اور قرین انصاف تھا کہ اسے تقویت دینے کے لیے ایسے غیر متعلق دلائل کی طرف رجوع کرنا دراصل اسے کمزور کرنا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عرب مندوبین نے مرکزی ہدایت کے ماتحت اپنے دلائل اور تقریروں کو ترتیب نہیں دیا تھا۔ جو کچھ کسی کے ذہن میں آجاتا وہ اسے بیان کرنے سے رک نہ سکتا۔ بحث کے دوران ہی یہ ظاہر ہونا شروع گیا تھا کہ کمیٹی کا فیصلہ دلائل یا انصاف کی بنا پر نہیں ہوگا۔

کمیٹی میں نیوزی لینڈ کے نمائندے سر کارل بیرنڈسن تھے میری ایک تقریر کے بعد کمیٹی سے نکلتے ہوئے مجھ سے فرمایا کہ اچھی تقریر تھی، صاف، واضح، پر دلائل اور نہایت موثر۔ سر کارل چونکہ خود نہایت اچھے مقرر تھے مجھے ان کے اظہار تحسین سے خوشی ہوئی میں نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دریافت کیا'' سر کارل پھر آپ کی رائے کس طرف ہوگی؟ وہ خوب ہنسے اور کہا'' ظفر اللہ رائے بالکل اور معاملہ ہے''۔

جب بحث کا سلسلہ ختم ہوکر تقسیم کے منصوبے کے تفصیلی حصوں پر رائے زنی شروع ہوئی تو کمیٹی کے اجلاس کے دوران ہی ڈنمارک کے مندوب میرے پاس آئے

اور فرمایا واقعات اور تمہارے دلائل سے صاف ظاہر ہے کہ تقسیم کا منصوبہ بالکل غیر منصفانہ ہے اور اسے عربوں کے حقوق پر نہایت مضر اثر پڑے گا۔سکینڈے نیویا کے تمام ممالک کے نمائندوں کی یہی رائے ہے۔معلوم ہوتا ہے تقسیم کی تجویز ضرور منظور ہو جائے گی کیونکہ امریکہ کی طرف سے ہم پر بہت زور ڈالا جا رہا ہے میں تمھیں یہ بتلانے آیا ہوں کہ کمیٹی میں عام طور پر یہ احساس ہے کہ ہم امریکہ کے دباؤ کے ماتحت ایک بے انصافی کا فیصلہ کرنے والے ہیں۔

اس احساس کا تمہیں فائدہ اٹھانا چاہیے تم نے اپنی تقریروں میں علاوہ تقسیم کی سرے سے مخالفت کرنے کے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ اس کی بعض تجاویز ظاہرہ طور پر عرب حقوق کو غصب کرنی والی ہیں مثلا یافہ کا شہر جس کی 99 فیصد آبادی عرب ہے اسے اسرائیل میں شامل کیا گیا ہے اسی طرح اور بہت سی ایسی خلاف انصاف تجاویز ہیں۔اس وقت کمیٹی کی کاروائی بڑی جلدی میں ہورہی ہے اگر تم ان تجاویز کے متعلق ترامیم پیش کرتے جاؤ اور مختصر سی تقریر ہر ترمیم کی تائید میں کردو تو ہم سیکنڈے نیوی کے پانچوں ممالک کے نمائندے تمہاری تائید میں رائے دیں گے۔اور کمیٹی کی موجودہ فضا میں تمہاری تمام ترمیمیں منظور ہو جائیں گی۔جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر تقسیم کی ترمیم منظور ہو بھی گئی تو بہت سے امور میں عربوں کی اشک شوئی ہو جائے گی۔

مجھے یہ تجویز پسند آئی اور میں یہ دیکھنے کے لیے ان کا اندازہ درست ہے یا نہیں ایک معمولی ترمیم پیش کرنے پر فوراً رائے شماری ہوئی اور ترمیم منظور ہوگئی اور اس السید جمال الحسینی نے جو فلسطینی وفد کے سربراہ تھے اور جن کی نشست عین میرے عقب میں تھی مجھ سے کہا ظفر اللہ یہ تم نے کیا کیا۔میں نے ڈینش مندوب کی بات انہیں بتلائی انھوں نے حیران ہو کر دریافت کیا کہ اگر تمہاری تمام ترامیم منظور ہو گئیں تو تم تقسیم کے حق میں رائے دو گے؟

مَیں نے کہا ہرگز نہیں! ہم پھر بھی پرزور مخالفت کریں گے لیکن اتنا تو ہوگا کہ تقسیم کا منصوبہ بہت کمزور ہو جائے گا اور اگر منظور ہو ہی گیا تو اتنا برا نہیں ہوگا جتنا اس وقت ہے۔

السید جمال الحسینی: ہمارے لیے تو بڑی مشکل ہوگی۔

ظفر اللہ خان: آپ عرب ریاستوں کے نمائندوں سے کہہ دیں کہ وہ بے شک ترمیم کے حق میں رائے نہ دیں غیر جانبدار رہیں۔

السید جمال الحسینی: مشکل تو پھر بھی حل نہیں ہوتی۔

ظفر اللہ خان: کیا مشکل ہے؟

السید جمال الحسینی: مشکل یہ ہے کہ اگر تقسیم ہمارے حقوق کو واضح طور پر غصب کرنے والی نہ ہوئی تو ہمارے لوگ اس کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ نہیں ہوں گے اور ہمیں سخت نقصان پہنچے گا۔تم مہربانی کرو اور کوئی ترمیم پیش نہ کرو۔ میں خاموش ہو گیا۔“

معزز قارئین! فلسطینی قیادت کسی بھی قیمت پر قضیہ فلسطین پر راضی ہونے کو تیار نہ تھی، وہ صرف لڑنے یعنی جہاد پر آمادہ تھی۔گزشتہ تہتر برسوں میں صیہونیوں نے عربوں کے ہر لڑائی اور معرکہ آرائی میں نا صرف علاقے چھینے بلکہ بے شمار فلسطینیوں کو شہید بھی کیا ہے۔اس وقت حالت یہ ہے کہ تمام عرب ممالک بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ سارا عالم اسلام مل کر بھی صیہونیوں کو شکست فاش دینے کے قابل نہیں ہے۔

اس کے بعد اقوام متحدہ کی اسمبلی میں کیا ہوا؟ محمد ظفر اللہ خان لکھتے ہیں:۔

”قوائد کے مطابق کمیٹی میں ہر تجویز کثرت آراء کے ساتھ منظور ہو جاتی ہے۔ چنانچہ کمیٹی میں تقسیم کا منصوبہ منظور ہو گیا لیکن اسمبلی کے اجلاس میں ہر اہم معاملے کے متعلق تجویز کی منظوری کے لئے 2/3 آراء کی تائید لازم ہوتی ہے اب ہماری کوشش یہ ہے کہ تقسیم کے حق میں دوتہائی کثرت پوری نہ ہو اسمبلی میں بھی کاروائی خاصی لمبی ہوگئی۔تقریروں کی افتاد سے ہمیں کچھ امید بندھنے لگی کہ تقسیم کی تجویز منظور نہیں ہوگی۔اندازہ تھا کہ نومبر کے آخری بدھ کے دن رائے شماری ہو جائے گی۔بعض ممالک کے متعلق ابھی پختہ علم نہیں تھا کہ وہ کس طرف رائے دیں گے مثلا لائبیریا کی طرف سے ابھی اظہار رائے نہیں ہوا تھا۔میں فلشنگ جانے سے قبل لائبیرین وفد کے سربراہ مسٹر ڈینس کو ملنے کے لئے والڈارف اسٹوریا ہوٹل گیا۔وہ اسمبلی جانے کو تیار تھے میں نے ان کی رائے معلوم کرنی چاہی انہوں نے کہا میری ذاتی ہمدردی تو عربوں کے ساتھ ہے اور ابھی تک میری حکومت کی ہدایت بھی یہی ہے کہ تقسیم کے خلاف رائے دی جائے لیکن امریکہ کا دباؤ ہم پر بڑھ رہا ہے۔کوشش کرو کہ آج رائے شماری ضرور ہو جائے۔اس صورت میں تقسیم کے خلاف رائے دیں گے لیکن اگر آج رائے شماری نہ ہوئی تو پھر معلوم نہیں کیا صورت ہو۔میری موجودگی میں انہوں نے اپنی سیکرٹری کو کہا میں اب اسمبلی کے اجلاس کے

لئے جارہا ہوں میرے نام کہیں سے بھی کوئی پیغام آئے تو مجھے مت بھیجنا جو کچھ بھی میں واپس آکر دیکھ لوں گا مجھ سے کہا آپ نے دیکھ لیا میں نے آج کا انتظام تو کرلیا ہے۔میں نے ان کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا اور میں بھی اسمبلی کے اجلاس کے لئے فلشنگ چلا گیا۔صبح کا اجلاس ختم ہونے تک یہ قیاس محکم ہو گیا کہ تقسیم کی تجویز منظور نہیں ہوگی۔سہ پہر کا اجلاس شروع ہونے سے عین پہلے السید فاضل جمالی وزیر خارجہ عراق بڑی پریشانی حالت میں میرے پاس آئے اور فرمایا میں نے سنا ہے کہ آج کا اجلاس بغیر رائے شماری ملتوی ہو جائے گا۔چلو صدر اسمبلی سے چل کر معلوم کریں۔اسمبلی کے صدر برازیل کے مسٹر رانیا تھے۔ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔انہوں نے فرمایا کل Thaksgiving day ہے اور سیکرٹری جنرل ٹرگوے لی کہتے ہیں اسمبلی کا اسٹاف آج شام دیر تک کام کرنے پر رضامند نہ ہوگا۔اس لئے آج سہ پہر کے اجلاس کے بعد اجلاس پرسوں صبح تک ملتوی کرنا پڑے گا۔ہم نے کہا کہ رائے شماری آج سہ پہر کے اجلاس کے آخر میں ہو جانی چاہیے۔صدر نے فرمایا اس کے لئے وقت نہیں ہوگا۔ابھی پانچ تقریریں باقی ہیں پھر ممکن ہے بعض مندوبین رائے شماری سے پہلے اپنی رائے کی وضاحت کرنا چاہیں۔ہم نے کہا پانچ تقریریں کرنے والوں میں دو تو ہم ہیں جو آپ کی خدمت میں حاضر ہیں آپ ہمارے نام فہرست سے کاٹ دیں باقی صرف تین رہ جائیں گے اور آراء کی وضاحت کے متعلق آپ کا اختیار ہے کہ آپ اسے رائے شماری ہو جانے کے بعد ملتوی کر دیں۔لیکن وہ آمادہ نہ ہوئے ہم ان پر کوئی دباؤ نہیں ڈال سکتے تھے کیونکہ اگر تقسیم کے حامی التوا پر مصر تھے تو صدر اگر التوا پر رضامند نہ بھی ہوتے تو کثرت رائے سے التوا ضرور ہو جاتا۔لیکن یہ عذر کہ سٹاف دیر تک کام کرنے پر رضامند نہ ہوگا ایک عذر لنگ تھا۔اس کے بعد آج تک نہ صرف Thanksgiving day سے پہلی شام سٹاف نے حسب ضرورت دیر تک کام کرنے پر کوئی عذر نہیں کیا بلکہ Thankgiving day پر بھی ہمیشہ اسمبلی کا اجلاس دو بجے دوپہر تک ہوتا رہا ہے۔اس میں شک نہیں کہ اور سیکرٹری جنرل دونوں امریکن دباؤ کے ماتحت اور رجحان سے صیہونیوں کی تائید میں تھے اور جب تقریروں سے یہ ظاہر ہو گیا کہ تقسیم کی تجویز کو دو تہائی کی تائید حاصل نہیں تو وہ دونوں اس منصوبے میں شریک ہو گئے کہ اجلاس جمعہ کی صبح تک ملتوی کیا جائے تا کہ اس وقفہ میں صیہونی صدر ٹرومین کے دباؤ کے ذریعہ تین چار ایسے ممالک کی تائید حاصل کر سکیں جو اب تک تقسیم کے خلاف تھے۔

سہ پہر کے اجلاس میں میں نے اپنی تقریر میں مغربی طاقتوں کو پرزور انتباہ کرتے ہوئے کہا۔آپ نے اول عالمی جنگ کے دوران میں جو وعدے عربوں سے کئے تھے ان کی خلاف ورزی نہ کریں اگر آپ ایسا کریں گے تو بدعہدی کے مرتکب ہوں گے اور آئندہ عربوں کا اعتماد کلی طور پر آپ سے اٹھ جائے گا۔تقریر ختم کرتے ہوئے میں نے کہا:

I beg you, I implore you, I entreat you not to destroy your credit in arab countries. Tomorrow you may need their friendship but you will never get it.

لیکن طاقت کا گھمنڈ اندھا اور بہرہ کر دیتا ہے۔ہمارے احتجاج اور ہمارے انتباہ صدر لحرا ثابت ہوئے اپنی چوتھی میعاد کی ابتداء ہی میں فوت ہو گئے اور مسٹر ٹرومین نے ان کی جگہ صدارت سنبھال لی 1940 ء کے نومبر میں پھر انتخاب ہونے والا تھا۔اور اب کی بار مسٹر ٹرومین صدارت کے امیدوار تھے۔صدارتی انتخاب سے ایک سال قبل ہی سارے امریکہ میں بحران کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔اور امیدوار اور ان کے حمایتی اپنی کامیابی کے لئے ہر انہونی کر گذرتے ہیں مسٹر ٹرومین کو یہ خوف لاحق تھا کہ انہیں شائد اپنی پارٹی کی پر جوش تائید حاصل نہ ہو اس لئے وہ ابھی سے سرتوڑ کوشش میں تھے کہ ان کا پلڑا جس قدر بھاری بنایا جا سکے بنایا جائے۔اس جدوجہد میں انہیں امریکہ کے یہودی عنصر کی تائید کی شدید ضرورت تھی۔نیویارک میں یہودی عنصر نہایت زبردست ہے اور صدر ٹرومین انہیں خوش رکھنے پر تلے ہوئے تھے۔اس دھن میں انہوں نے اس واضح حقیقت کو بھی نظر انداز کر دیا کہ روس اور ان کے ہم خیال ممالک بھی تقسیم کی تائید میں ہیں اور اس مؤقف سے ان کی واحد غرض یہ ہے کہ تقسیم کی تجویز منظور ہو جائے تا کہ عرب ریاستوں کے ساتھ امریکہ کے تعلقات الجھ جائیں۔میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ امریکی وفد کے مشیران قانونی نے یہ مشورہ دیا تھا کہ تقسیم کی تجویز کرنا اسمبلی کے اختیارات سے باہر ہے لیکن صدر ٹرومین نے یہ مشورہ بھی رد کر دیا۔اب اس آخری مرحلے پر صدر ٹرومین کی سرگرمیوں کا اندازہ ان واقعات سے کیا جا سکتا ہے۔لائبیریا کا موقف لائبرین وفد کے سربراہ مسٹر ڈینس کی زبانی بیان کیا

جاچکا ہے۔ ہائٹی کے مندوب نے اپنی تقریر میں بڑے جوش سے کہا تقسیم کی تجویز نہایت غیر منصفانہ تجویز ہے ہم ہرگز اس پر رضامند نہیں ہوسکتے میری حکومت کی مجھے ہدایت ہے کہ ہم اس کے خلاف رائے دیں۔ فلپائنز کی طرف سے جنرل رومیو لوجیسے فصیح البیان طلیق اللسان مقرر نے منفرد نقطۂ نگاہ سے تقسیم کی تجویز کے پرخچے اڑائے اور پورے وثوق سے اعلان کیا ہم ہرگز اس کی تائید نہیں کرسکتے جمعہ کے دن رائے شماری ہوئی اور نام پکار کر رائے لی گئی عین اس سے قبل ہائٹی کے مندوب مجھ سے آکر ملے۔ ان کی آنکھوں بہہ رہے تھے میرے شانے پر ہاتھ رکھا اور نہایت اندوہناک لہجے میں کہا مسٹر منسٹر پرسوں رات تک تو ہمارا وہی موقف تھا جو میں نے اپنی تقریر میں بیان کیا تھا اب مجھے یہ ہدایت موصول ہوئی ہے کہ تقسیم کے حق میں رائے دو۔ تقسیم کے حق میں رائے شماری میں جب ہائیٹی کا نام پکارا گیا تو ایک بیدلی سے کہی گئی ہاں سنی گئی جنرل رومیولو نیویارک سے واپس روانہ ہوچکے تھے۔ فلپائن کا نام پکارے جانے پر جواب اسی طرح کا تھا جیسا لائبیریا کا جواب ہاں تھا۔ لاطینی امریکہ کی ریاستوں میں سے صرف کیوبا نہ پر اڑا رہا۔ تجویز کے حق میں دو تہائی آراء ہوگئیں۔ تجویز منظور ہوگئی۔

اقوام متحدہ کی بنیاد انصاف، مساوات اور حق خود اختیاری پر رکھی گئی تھی لیکن فلسطین کے معاملے میں ان تینوں اصولوں کا خون کیا گیا۔ میثاق اقوام متحدہ میں معاہدات کی پابندی پر زور دیا گیا ہے لیکن فلسطین کے معاملے میں برطانیہ نے جو معاہدات شاہ حسین کے ساتھ کئے تھے ان کی صریح خلاف ورزی کی گئی یہ درست ہے کہ تقسیم کے متعلق رائے شماری میں برطانیہ غیر جانبدار رہا لیکن برطانیہ اعلان بالفور کے ذریعے اسرائیل کی بنیاد رکھ چکا تھا اور فلسطین کے قضیئے کی ابتداء اعلان بالفور سے ہوئی فلسطین میں جو کچھ ہوا اور جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے اور فلسطین کی وجہ سے جس طرح دنیا کا امن برباد ہوگا اور نوع انسان کے ایک بڑے طبقے پر جو تباہی اور مصائب وارد ہوں گے ان کی تمام تر ذمہ داری اول برطانیہ اور مسٹر بالفور پر ان کے بعد ریاستہائے متحدہ امریکہ اور خاص طور پر صدر ٹرومین پر ہو گی۔

فلسطین پر برطانیہ کی نگرانی ختم ہونے کے دوسرے دن صیہونیوں کی طرف سے اسرائیل کے قیام کا اعلان ہوگیا۔ یہ اعلان ہوتے ہی صدر ٹرومین کی حکومت نے اسرائیل کو قبول کرنے کا اعلان کردیا۔ جب مجلس امن میں اسرائیل نے اقوام متحدہ کی رکنیت کی درخواست پیش کی تو اس پر رائے شماری کے وقت برطانیہ غیر جانبدار رہا جب یہ درخواست اسمبلی میں پیش ہوئی تو میثاق اقوام متحدہ کی دفعہ 27 کے فقرہ 3 کی صریح عبارت کے خلاف باوجود مستقل رکن مجلس امن کی تائید حاصل نہ ہونے کے مجلس امن کی سفارش بحق اسرائیل کو جائز قرار دے کر اسمبلی نے اسرائیل کی رکنیت قبول کرلی۔

(تحدیث نعمت۔ صفحات ۵۲۰،۵۲۱،۵۲۲،۵۲۵۰)

یہ تھے وہ تاریخی حقائق جن کو سامنے رکھتے ہوئے معمولی شعور رکھنے والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ اگر اسرائیل کو بنانے والے ناانصاف، مکار اور جھوٹے تھے تو اسرائیل کی مخالفت کرنے والے منافق اور پرلے درجہ کے احمق یہ سمجھتے تھے کہ لڑائی یعنی جہاد کر کے اسرائیل کے وجود نامسعود کو مٹا سکتے ہیں۔ گزشتہ سات دہائیوں میں اسرائیل کا وجود عربوں کے جذبہ جہاد کو کچلتے ہوئے مصر، شام، اردن کے وسیع رقبے تک پھیل چکا ہے۔

جب ایک موقع پر تقریر کرتے ہوئے لارڈ لٹن نے اپنی معلومات کی بنا پر اس امید کا اظہار کیا کہ عربوں اور صیہونیوں کے درمیان سمجھوتہ ممکن ہے اور اس سمجھوتے کا خاکہ بھی پیش کیا۔ تو سر چوہدری محمد ظفر اللہ خان نے اس کا یہ جواب دیا کہ عیسائی مذہب میں میاں بیوی کی علیحدگی بذریعہ طلاق کے خلاف حضرت مسیحؑ کا ایک مقولہ بیان کیا جاتا ہے:

Those whom God has joined together let no man put asunder.

(جسے خدا نے جوڑا ہے اسے کوئی الگ نہ کرے)

مَیں نے اس مقولے کے الفاظ تبدیل کر کے کہا کہ فلسطین میں جو صورت حال پیدا ہوگئی ہے اس کا صحیح نقشہ ان الفاظ میں پیش کیا جاسکتا ہے:

Those whom God has put asunder let no man joined together.

(جسے خدا نے الگ کردیا ہے اسے کوئی نہ جوڑے)

آج ستر برس سے زائد بیت چکے ہیں اور سمجھوتے کے آثار دور دور تک دکھائی نہیں دیتے۔ اقوام متحدہ کے کردار کے متعلق چوہدری صاحب نے سچ کہا تھا کہ قوام متحدہ کا ناصور پھونکا گیا لیکن میڈرڈ کی دیواریں تو متزلزل نہ ہوئیں۔ ☆☆

”خوابوں کی مسافر“

(کہانی نگار: تنویر صادق)

باغ میں دور دور تک ویرانی کا ڈیرہ تھا۔ میں اکیلا، اجنبی شہر، انجانی زبان، دور دور تک ویرانی، ذہن پر بہت سے خوف تھے مگر وہ ہر غم سے بے نیاز جھومتی ناچتی میرے ارد گرد نغمہ سرا تھی۔ آج رات ہم اکیلے ہوں گے، فقط میں اور تم، کتنی خوبصورت رات ہوگی۔ میں آج خود کو بھی بھول جاؤں گی، بس تم یاد رہ جاؤ گے۔ لگتا تھا اس کو انگریزی کی کوئی نظم یاد تھی اور آج وہ ساری نظم مجھ پر خرچ کر رہی تھی۔ ایک آدھ دفعہ اس نے مجھے چھونے اور مجھ سے لپٹنے کی کوشش بھی کی مگر میرے جھڑکنے کے بعد اپنے حال میں مست میرے گرد ناچتے چکر کاٹتی رہی۔ اس کی عمر بمشکل تیرہ یا چودہ سال ہوگی۔ میں ایک بزرگ آدمی، دیارِ غیر، جیب میں بڑا معقول زادِ راہ، عملاً تاریکی، یہ بہت سے خوف ذہن میں ابھرتے مگر وہ ہر بات سے بے نیاز رقص میں مصروف تھی۔ جوں جوں اندھیرا بڑھ رہا تھا میں مزید محتاط ہوتا جا رہا تھا۔ شاید اسے میری پریشانی کا اندازہ ہو گیا، کہنے لگی، ہمیں وہاں ٹیکسی پر جانا چاہیئے تھا مگر کیا کرتے چھ بجے کے بعد یہاں ٹیکسی نہیں ملتی۔ مگر میرے ہوتے فکر کی کوئی بات نہیں، ہوٹل بھی اب سامنے ہے۔ یہ کہہ کر وہ دوبارہ رقص میں محو ہو گئی، ۔ اس بہت بڑے پارک میں جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے ٹیلے تھے، مدہم روشنی والے کچھ بلب چمکتے اور ٹمٹماتے کہیں کہیں نظر آ رہے تھے جن کی روشنی میں ہم سایوں کی طرح نظر آ رہے تھے مگر ان ٹیلوں کے پار کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

ایک ٹیلے کو عبور کرتے کافی فاصلے پر ایک سرخ روشنی نظر آئی تو اس نے خوشی سے جھومتے ہوئے اطلاع دی کہ وہ روشنی میرے ہوٹل کی ہے۔ پھر بتانے لگی کہ اس ہوٹل کا مالک اس کا بھائی ہے۔ یہ اس علاقے کا سب سے اچھا ہوٹل ہے۔ اب سوچو، اتنا اچھا ہوٹل، آرام دہ شاندار کمرہ اور میرا ساتھ، کس قدر حسین رات گزرے گی۔ وہ اپنی دھن میں بہت کچھ کہہ رہی تھی مگر میں اپنی ذہنی طغیانیوں کی زد میں تھا اور دعا کر رہا تھا کہ جلدی اور خیریت سے اس پارک سے نکلوں اور ہوٹل آ جائے۔ میں پہلی دفعہ چین آیا تھا، ابھی کچھ عرصہ پہلے چین نے اپنا انداز بدل کر مغربی انداز اپنایا تھا مگر جدیدیت ابھی کافی دور تھی۔ میں ائرپورٹ پر اترا تو شام ہونے والی تھی، ایئر پورٹ کے باہر ایک ایئر پورٹ بس میں سوار ہوا کہ مجھے شہر میں بس ٹرمینل تک پہنچا دے وہاں سے مجھے ایک قریبی قصبے جانا تھا۔

آدھ گھنٹے سے زیادہ وقت لگا اور مجھے اس شہر کے بس ٹرمینل کے باہر ایئر پورٹ بس نے اتار دیا۔ ہلکا ہلکا اندھیرا چھا چکا تھا۔ شہر کا بس ٹرمینل مکمل ویران تھا۔ بسوں پر کپڑے ڈال کر انہیں ڈھک دیا گیا تھا۔ مجھے دیکھ کر بہت سے لوگ اکٹھے ہو گئے۔ وہ آپس میں میرے بارے یوں باتیں کر رہے تھے گویا میں کوئی عجوبہ ہوں، کوئی ہنس رہا تھا کوئی مجھ سے اپنی زبان میں کچھ پوچھ رہا تھا۔ مگر نہ میری بات کسی کو سمجھ آتی تھی اور نہ میں ان کی بات سمجھ پا رہا تھا۔ جواباً وہ ہنسنے لگتا۔ ایک پولیس والا دور سے مجھے دیکھتے ہوئے وہاں آ گیا۔ میں نے اس سے پوچھنا چاہا مگر اس نے ہاتھ گھمایا اور ہنس کر وہاں سے پرے جا کھڑا ہوا۔ میں نے دائیں بائیں اور ہر طرف نظر دوڑائی مگر کچھ سمجھ نہ آیا۔ اتنے میں وہ ننھی سی لڑکی کہیں سے بھاگتی ہوئی آئی اور پوچھنے لگی، ”ہیلو دوست، کہاں سے آئے ہو“۔ میرا جواب سن کر اس نے کہا کہ تمہیں اب یقیناً ہوٹل کی ضرورت ہوگی۔ میرے ساتھ آؤ، شاندار ہوٹل میں چلتے ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میں نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی مگر وہ ہاتھ نہ چھوڑنے اور مجھے ساتھ لے جانے پر بضد تھی۔ دور سے پولیس کے سپاہی نے صورت حال دیکھی تو بھاگتا ہوا آیا اور ایک زوردار تھپڑ اسے رسید کرتے ہوئے بہت کچھ کہا بھی۔ لڑکی چیخ چیخ کر روتی ہوتی ایک طرف چلی گئی۔ پولیس والے نے اشارے سے مجھے سامنے چوک کا بتایا اور بائیں مڑنے کا کہا۔ میں اس کے کہنے کے مطابق چوک میں پہنچ کر بائیں مڑا تو آمنے سامنے چھ سات ہوٹل موجود تھے۔ میں جس ہوٹل میں داخل ہوتا اس کے ملازم دور ہی سے نو نو کہنے لگتے یا نفی کا سر ہلا دیتے۔ میں سڑک پر کھڑا سوچ رہا تھا کہ اب کیا کروں۔ یکدم وہ لڑکی پھر بھاگتی میرے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ ”دیکھ لئے سب ہوٹل۔ کوئی تمہیں نہیں رکھے گا، سنو، یہاں غیر ملکی کچھ عرصہ ہوا آنے شروع ہوئے ہیں۔ ان کے مزاج اور معیار کے مطابق صرف چند ہوٹلوں کو انہیں ٹھہرانے کی اجازت ملی ہے۔ ان ہوٹلوں میں

شاندار کمرے ہیں اوران کے پاس غیر ملکیوں کو ٹھہرانے کا باقاعدہ لائسنس ہے۔ اس شہر میں صرف میرا ہوٹل ایسا ہے۔ میں غلط نہیں کہہ رہی۔ رات ہورہی ہے۔ اپنا وقت ضائع نہ کرو اور جلدی سے میرے ساتھ آجاؤ۔ کوئی دوسرا راستہ نظر نہیں آرہا تھا۔ میں مجبوراً اس کے ساتھ چل پڑا۔ بس اڈے کے پاس سے ہوتے کچھ فاصلے پر ایک پارک کا گیٹ تھا۔ چھوٹے ٹیلوں پر مشتمل یہ ایک بڑا باغ تھا جسکے گیٹ سے دوسری طرف کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اس نے مجھے حوصلہ دیا کہ باہر سے راستہ بہت لمبا ہے باغ سے گزر کر فاصلہ آدھے سے بھی کم ہوجائے گا۔ میں اس کے کہنے پر اس کے ساتھ چل پڑا، کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں تھا۔ مگر اب اس لمبے، پراسرار اور خوف زدہ راستے کے ختم ہونے کا وقت ہی نہیں آرہا تھا۔

تھوڑی دیر میں ہوٹل کی روشنیاں کافی نمایاں ہوگئیں اور مجھے بھی کافی حوصلہ ہو گیا۔ اب میں اس کی بات سن بھی رہا تھا اور سمجھ بھی رہا تھا ورنہ اس سے پہلے تو کچھ سننے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔ اب وہ مجھے بتا رہی تھی کہ اس کا بھائی بہت پہلے گاؤں سے اس شہر میں آگیا تھا۔ اس نے بہت پیسے کمائے ہیں۔ وہ بہت امیر آدمی ہے۔ یہ شاندار ہوٹل ہی نہیں اس کے اور بھی کاروبار ہیں۔ میرا بہت خیال رکھتا ہے۔ ہوٹل میں مجھے ایک زبردست بہت بڑا کمرہ دیا ہوا ہے۔ وہ تو کہتا ہے کہ تم اور پڑھو، مگر پتہ نہیں کیوں میرا دل پڑھائی سے اچاٹ ہوگیا ہے۔ میں اسی طرح کھیل کود میں دن گزار دیتی ہوں۔ مجھے تم جیسے غیر ملکی بہت پسند ہیں۔ تمہاری طرح جب بھی کوئی مجھے نظر آئے میں اسے اپنے ہوٹل لے آتی ہوں۔ وہ بھی خوش ہوجاتا اور میرا وقت بھی بہت اچھا کٹ جاتا ہے۔ یہ کہتے ہوئے اس نے میری طرف مسکرا کر دیکھا اور پوچھا، ''میں تمھیں کیسی لگی ہوں''۔ میں نے ہنس کر کہا کہ بظاہر تو بہت اچھی ہو مگر جیسی باتیں کرتی ہو اس سے لگتا ہے کہ تم اچھی نہیں رہو گی۔ میرا جواب سن کر وہ ہنسنے لگی اور پھر وہی جنوں، وہ دیوانہ وار میرے اردگرد رقص کرنے لگی اور ساتھ ہی ویسے ہی فضول سے انگریزی گانے دوبارہ لہک لہک کر گانے لگی۔ پارک کے گیٹ کے قریب ہی وہ ہوٹل تھا۔ گیٹ پر پہنچ کر میں رکا، ایک لمبا سانس لیا۔ گیٹ کی دیوار سے لگ کر آنکھیں بند کئے کچھ دیر کھڑا رہا، پھر اردگرد نظر ڈالی۔ وہ ذہنی بوجھ جو اٹھائے میں نے وہ ایک نہ ختم ہونے والا پارک عبور کیا تھا اب میں اس سے نجات پا گیا تھا۔ میں نے لڑکی کو اشارہ کیا کہ آؤ ہوٹل چلیں۔

چند لمحوں میں ہم ہوٹل کے گیٹ پر تھے۔ گیٹ پر جو پہریدار تھے ان کو لڑکی نے کچھ بتایا۔ ایک نے بڑھ کر میرا سامان پکڑا اور مجھے ریسپشن پر لے گیا۔ میں نے دیکھا لڑکی گیٹ پر ہی کھڑی تھی۔ مجھے متوجہ پا کر بڑے زور سے چلائی اور کہنے لگی کہ تم بے فکر ہو کر کمرے میں جاؤ، میں ابھی تمہیں ملنے آؤں گی۔ ریسپشن پر چند منٹ انتظار کے بعد ایک منیجر صاحب تشریف لائے اور اپنے تعارف میں یہ بتایا کہ ہوٹل کے وہ واحد انگریزی بولنے اور سمجھنے والے منیجر ہیں۔ میں آپ کے کوائف درج کرنے کے بعد آپ کو ایک آرام دہ کمرہ دونگا اور اگر آپ کو کوئی مشکل پیش ہو تو مجھ سے کسی وقت بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔ اندراج کے بعد منیجر مجھے کمرے تک چھوڑنے آیا تو میں نے پوچھا کہ وہ لڑکی کون ہے۔ جو مجھے یہاں لے کر آئی ہے اور کہتی ہے کہ ہوٹل کا مالک اس کا بھائی ہے۔ وہ ہنسنے لگا۔ یہاں آٹھ دس لڑکیاں رہ رہی ہیں۔ ان سب کی عمر ابھی کم ہے، بمشکل بارہ تیرہ سال کی ہونگی۔ یہ بچیاں تعلیم اور گھر کے حالات سے تنگ، بھاگ کر یہاں آ گئی ہیں۔ ہوٹل کا کوئی نہ کوئی ملازم ان کا واقف ہوتا ہے بس اسی کے حوالے یہاں پہنچ جاتی ہیں، وہ ان کا جاننے والا کسی بھی عہدے پر ہو یہ اسے ہوٹل کا مالک ہی بتاتی ہیں، یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگا۔ ادھر سے ان کو ہوٹل میں گھسنے کی اجازت نہیں۔ پچھلے دروازے سے سیدھا اپنے کمرے جا سکتی ہیں۔ دوپہر کے بعد اور رات گئے بچے ہوئے کھانے ان کو دے دیتے ہیں۔ پیچھے ایک بڑا اسٹور ہے اس کے ایک حصے میں انہیں سونے کو جگہ دی ہوئی ہے۔ کم عمر ہیں اس لئے انہیں باقاعدہ ملازم رکھ کر ہم اپنے لئے مشکلات پیدا نہیں کر سکتے۔ سارا دن یہ فارغ شہر میں ایسی جگہوں پر گھومتی ہیں جہاں مسافر ہوتے ہیں اور اگر کوئی مسافر ہوٹل کا متلاشی ہو تو اسے اس ہوٹل کے بارے گائیڈ کر دیتی ہیں۔ روز ہم انہیں اپنی مرضی سے سادہ سا کھانا دیتے ہیں مگر جس دن کوئی بچی کچھ مسافروں کو گائیڈ کر کے ہوٹل لائے اس دن وہ اپنی مرضی سے جو کھانا چاہے اسے مل جاتا ہے اس کے علاوہ انعام کے طور پر کچھ رقم بھی ملتی ہے۔ وہ لڑکی بھی آج بہت خوش ہوگی کہ اپنی مرضی کا کھانا بھی کھا سکے گی اور انعام بھی ملے گا۔ کہیں بیٹھی ہوٹل کے کھانے کے وقت ختم ہونے کا انتظار کر رہی ہوگی۔

میں سونے کے لئے لیٹ گیا مگر تھکاوٹ کے باوجود نیند نہیں آرہی تھی۔ کھڑکی کے دبیز پردوں کی چمک سے محسوس ہوا کہ چاند نکل آیا ہے۔ میں اٹھا اور بالکونی پر آ گیا کہ چاند کا نظارہ کروں۔ شہر میں اکا دکا جلتے بلب اس شہر کا اندھیرا دور نہیں کر سکتے تھے مگر چاندنی نے پورے شہر کو روشنی کے حسن سے مالا مال کیا ہوا تھا۔ کہیں کہیں

جلتے ہوئے بورڈ ہوٹلوں کی نشاندہی کر رہے تھے۔مکمل سناٹا لگتا تھا پورا شہر سویا ہوا تھا۔میں چاندنی کے حسن سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ نیچے نظر ڈالی۔گیٹ پر چوکیدار چاک و چوبند بیٹھا اور سامنے پارک کی دیوار پر لوہے کے جنگلوں کے آگے ہوٹل کی مالک اپنے ٹھکانے پر جانے کی بجائے بڑی گم سم بیٹھی کچھ سوچ رہی تھی ۔ شاید ہوٹل کے کھانے کا وقت ختم نہیں ہوا تھا اور وہ انتظار میں تھی کہ میرے جیسے ایک غیر ملکی کو ہوٹل تک لانے پر اسے اپنی مرضی کا اچھا کھانا اور انعام ملنا تھا۔وہ جو ابھی محو رقص ہو کر بڑے بڑے دعویٰ کر رہی تھی حقیقت میں وہ خود بھی خوابوں اور سرابوں کی مسافر تھی۔

☆☆☆

”یہ عجب یقینِ سحر میں ہیں“

(کلام: حافظ عطاء کریم)

یہ جو روشنی کے سفر میں ہیں
یہی ظلمتوں کی نظر میں ہیں

ابھی خون جن کے ہیں رائیگاں
یہی شہ جہانِ دِگر میں ہیں

یہ جو آندھیوں میں ہیں اُڑ رہے
یہ کسی دعا کے اثر میں ہیں

یہی رفعتوں کے نقیب ہیں
گو ستم کے مدّ و جزر میں ہیں

جنھیں پستیاں ہی نصیب ہیں
وہ ذرا ہوائے ظفر میں ہیں

بڑے بُو حِکم ہیں بنے ہوئے
جو سفاہتوں کے نگر میں ہیں

جو نشاں تعیّنِ ذات تھے
وہ حوالے شمس و قمر میں ہیں

یہ جو سُت ڈسے ہیں پہ شاد ہیں
یہ عجب یقینِ سحر میں ہیں

اعلان برائے اشتہارات

کاروبار کی ترقی کے لیے اشتہارات کی اشاعت عصر حاضر میں کاروباری حضرات کی اہم ضرورت ہے۔ادارہ پیشوا نہایت کم قیمت پر اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے حاضر ہے۔

A.4 ۔ فل سائز۔کلر۔150£　　ہاف پیج۔کلر۔ 80£　　کوارٹر پیج۔کلر۔ 50£

پیشوا میں اشتہارات شائع کروانے کے لئے درج ذیل فون نمبر پر رابطہ فرمائیں

رانا عبدالصمد خاں　　07792998973

اسلامی جمہوریہ پاکستان

مسلمان ریاستوں میں اقلیتوں کی حالت زار

تحریر: رانا محمد حسن خاں

قسط 15

معزز قارئین! گزشتہ شمارہ میں اسلامی جمہوریہ پاکستان میں دانشوروں، علماء اور سیاست دانوں کی نگاہ میں اسلام کی کیا حالت ہے، بیان کی گئی تھی۔ آیئے اب دیکھتے ہیں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اقلیتوں اور مسلمان اقلیتی فرقوں اور جماعتوں کی حالت زار کیا ہے؟ سب سے پہلے غیر مسلم اقلیتوں پر ہونے والے ظلم وزیادتی کی وجوہات پیش خدمت ہیں۔

قائداعظم محمد علی جناح پاکستان کے پہلے گورنر جنرل بنے تھے، ان کی کابینہ میں مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم بھی تھے جیسے کہ اسمبلی کے اسپیکر جگن ناتھ اور وزیر قانون جگندر ناتھ منڈل تھے اور اسی طرح قائداعظم نے مسیحی فرقے سے تعلق رکھنے والے کو سپریم کورٹ کے پہلے چیف جسٹس مسٹر کارنیلیس اور فارن آفس میں ایس ایم برق کو نامزد کیا ان کے چیف سیکیوریٹی افسر پارسی تھے اسی طرح جماعت احمدیہ سے تعلق رکھنے والے سر محمد ظفر اللہ خان کو پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ مقرر کیا۔ آئین ساز اسمبلی کا پہلا اجلاس جگندر ناتھ منڈل کی صدارت میں شروع ہوا تھا، متفقہ طور پر قائداعظم کو صدر بنا دیے جانے پر جگندر ناتھ منڈل نے کرسی صدارت سے اٹھ گئے اور قائداعظم کرسی صدارت پر تشریف فرما ہوگئے۔

آئین ساز اسمبلی کے پہلے صدر کی حیثیت سے قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی پہلی تقریر کرتے ہوئے پاکستان کی آئین سازی کا سنگ بنیاد ان الفاظ کے ساتھ رکھا تھا:۔

''خواہ آپ کا تعلق کسی مذہب، ذات یا عقیدے سے ہو اس کا امور مملکت سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ آپ دیکھیں گے کہ کچھ وقت گزرنے کے بعد ہندو ہندو نہیں رہیں گے اور مسلمان مسلمان نہیں رہیں گے۔ مذہبی اعتبار سے نہیں کہ یہ ہر فرد کا ذاتی عقیدہ ہے بلکہ سیاسی اعتبار سے کہ وہ ایک قوم کے شہری ہیں۔'' (۱۱ ستمبر ۱۹۴۷ء)

۱۵ دسمبر ۱۹۴۷ء کو کراچی میں آل انڈیا مسلم کونسل کے اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا:۔

''پاکستان اسلامی نظریات پر مبنی ایک مسلم ریاست ہوگی اور یہ کوئی پاپائیت نہیں ہوگی۔''

یہ تھے قائداعظم کے افکار وخیالات۔ قائداعظم سو فیصد اسلامی فلاحی نظریات رکھتے تھے اور چاہتے تھے کہ آئین پاکستان کی بنیاد یہی فلاحی نظریات ہوں۔ مذہب کا جھنڈا جب ریاست اٹھا لیتی ہے تو عوام شہری حقوق حاصل کرنے سے محروم ہو جاتی ہے اور مذہبی، لسانی، علاقائی تعصّبات کا شکار ہو کر برباد حال ہو جاتی ہے۔ یہ بات قائداعظم بہت اچھی طرح سمجھتے تھے اسی لیے آپ نے دہلی میں تیئسویں اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ:۔

''مسلمان گروہوں اور فرقوں کی نہیں اپنے اندر اسلام اور قوم کی محبت پیدا کریں کیونکہ ان برائیوں نے مسلمانوں کو دو سو برس سے کمزور کر رکھا ہے مزید برآں یہ فرمایا کہ جس ملک کی آج ہم بنیاد رکھنے جا رہے ہیں اس میں ذات پات، نسل و مذہب کی بناء پر کسی سے امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا اور ہم سب ایک ریاست میں برابر کے شہری ہیں۔''

قائداعظم نے تحریک آزادی کے دوران ایک مرتبہ بھی علماء، مولوی اور مولانا حضرات کے مطالبات کو نہ تحسین کی نگاہ سے دیکھا اور نہ ہی ان کے سوقیانہ خیالات پر کبھی غور کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ قائداعظم جانتے تھے کہ یہ نام نہاد مذہبی راہنما تفرقے کو پسند کرتے ہیں اور مذہب کو آڑ بنا کر عام لوگوں کی زندگیوں سے کھیلنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ علماء حضرات نے قائداعظم سے کہا کہ آپ نماز کے وقت پنڈال میں باجماعت نماز ادا کرنے کا اہتمام کیا کریں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ:۔ ''نماز کی اہمیت سے مجھے انکار نہیں

لیکن آپ کی تجویز میں مجھے ایک خطرہ نظر آتا ہے۔اور وہ یہ کہ نماز باجماعت میں ایک امام کا ہونا ضروری ہے۔ اگر میں خود امامت کے لئے کھڑا ہو جاؤں تو شاید یہ تمام حاضرین میرے پیچھے نماز پڑھ لیں۔لیکن میں اپنے آپ کو اسکا اہل نہیں سمجھتا۔اسکے بعد سوال یہ پیدا ہوگا امام کسے بنایا جائے۔اگر امام دیوبندی ہوگا تو بریلوی حضرات اسکے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کردیں گے۔اور یہی صورت بریلوی کی بجائے دوسرے امام کے پیچھے پڑھنے میں پیدا ہوگی۔لہٰذا اس صورت حال میں یہ ہوگا کہ ایک پنڈال میں مختلف جماعتیں کھڑی ہو جائیں گی۔اس سے غیر مسلموں کے سامنے اُمتِ مسلمان کے اختلاف نمایاں ہو جائیں گے۔اور وہ کہیں گے کہ جو قوم ایک امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتی وہ ایک متفقہ علیہ اسلامی ریاست کیسے قائم کرے گی۔اس وقت تو آپ مجھے معاف فرمائیں آئندہ دیکھا جائے گا۔“

(تعمیر پاکستان وعلماء بحوالہ مذہبی وسیاسی فرقہ بندیاں از محمد اشرف ظفر صفحہ ۷۵)

اسی طرح ایک بار مسلم لیگ کے ایک ضلعی سربراہ کے خلاف یہ تحریک شروع ہوئی کہ وہ قادیانی ہے اور معاملہ قائداعظم تک پہنچا تو انہوں نے یہ رولنگ دی کہ” اگر وہ خود کو مسلمان کہتا ہے تو بس ٹھیک ہے۔“ قائداعظم تفرقہ باز،فرقہ باز مذہبی عناصر کو یہی کہتے کہ مذہبی بحثوں میں نہ الجھو اور جو شخص خود کو مسلمان کہتا ہے اسے مسلمان سمجھ لو۔“

قائداعظم ہی کا فرمان ہے کہ”صوبہ پرستی ایک لعنت ہے جس طرح مذہبی فرقہ بندی شیعہ،سُنّی وغیرہ بہت بڑی لعنتیں ہیں۔“

(بحوالہ تقاریر بحیثیت گورنر جنرل صفحہ ۸۴)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان تفرقہ باز مذہبی عناصر کے پاکستان کے متعلق کس طرح کے بیہودہ اور قابل مذمت خیالات تھے ایک واقع بیان کر دیا جائے۔

گم گشتہ قوم نامی کتاب کے مصنف مجاہد آزادی جناب سردار شوکت حیات خان صاحب ہیں۔اس کتاب کا ایک ورق معزز قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ سردار شوکت حیات خان صاحب لکھتے ہیں:۔

”ایک دن مجھے قائداعظم کی طرف سے پیغام ملا شوکت مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم بٹالہ جا رہے ہو جو قادیان سے پانچ میل کے فاصلہ پر ہے تم وہاں جاؤ اور حضرت صاحب کو میری درخواست پہنچاؤ کہ وہ پاکستان کے حصول کے لیے اپنی نیک دعاؤں اور حمایت سے نوازیں۔جلسے کے اختتام کے بعد مَیں نصف شب تقریباً بارہ بجے قادیان پہنچا۔تو حضرت صاحب آرام فرما رہے تھے۔ مَیں نے ان تک پیغام پہنچایا کہ مَیں قائداعظم کا پیغام لے کر حاضر ہوا ہوں،وہ اسی وقت نیچے تشریف لائے اور استفسار کیا کہ قائداعظم کے کیا احکامات ہیں۔مَیں نے کہا کہ وہ آپ کی دعا اور معاونت کے طلبگار ہیں۔انہوں نے جواباً کہا کہ وہ شروع ہی سے ان کے مشن کے لیے دعا گو ہیں اور جہاں تک ان کے پیروکاروں کا تعلق ہے،کوئی احمدی مسلم لیگ کے خلاف انتخاب میں کھڑا نہ ہوگا اور اگر کوئی اس سے غداری کرے گا تو وہ ان کی جماعت کی حمایت سے محروم رہے گا۔اس ملاقات کے نتیجے میں ممتاز دولتانہ نے سیالکوٹ کے ایک حلقے میں ایک احمدی نواب محمد دین کو بھاری اکثریت سے شکست دی۔قادیانی لوگوں نے اپنے امیر کے حکم کی بجا آوری میں محمد دین کی بجائے ممتاز کو ووٹ دیے۔“

”جب میں پٹھانکوٹ پہنچا تو قائداعظمؒ نے مولانا مودودی سے بھی ملنے کے لیے حکم فرمایا تھا۔وہ چوہدری نیاز کے گاؤں سے متصل باغ میں رہائش پذیر تھے۔مولانا بنیادی طور پر دیوبندی مسلک سے تعلق رکھتے تھے جو اس وقت انڈین نیشنل کانگرس کے حامی تھے۔جب مَیں نے انہیں قائداعظم کا پیغام پہنچایا کہ وہ پاکستان کے لیے دعا کریں اور ہماری حمایت کریں تو انہوں نے جواباً کہا کہ:”وہ کیسے ناپاکستان (ناپاک جگہ) کے لیے دعا کر سکتے ہیں۔مزید برآں پاکستان کیسے بن سکتا ہے،جس وقت تک کہ تمام ہندوستان کا ہر فرد مسلمان نہیں ہو جاتا۔“ جماعت اسلامی کے

قائد کی یہ بصیرت اور نظریہ تھا۔پاکستان کے متعلق مولانا مودودی کا رویہ ہمیشہ مخالفانہ ہی رہا۔بعدازاں یہی مولانا میری مدد کے طلبگار ہوئے کہ انہیں ان کے علاقے کے غیر مسلموں سے بچایا جائے، مَیں اس وقت پنجاب میں وزیر تھا۔چنانچہ میں نے فوج کی مدد سے انہیں باحفاظت پٹھان کوٹ سے پاکستان پہنچایا۔'' (گم گشتہ قوم۔مجاہد آزادی سردار شوکت حیات خان۔صفحہ ۱۹۵۔شائع کردہ جنگ پبلشرز لاہور۔اشاعت اول دسمبر ۱۹۹۵ء)

معزز قارئین! قائداعظم محمد علی جناح کے مدبرانہ افکار و خیالات کی روشنی میں اگر آئین سازی کی جاتی تو یقیناً پاکستان اسلامی فلاحی ریاست ہوتا، ہر پاکستانی بلا امتیاز، مذہب، رنگ و نسل، غربت اور جہالت جیسی آہنی زنجیروں سے رہائی پا کر خوشحالی اور امن و امان کے مزے لوٹ رہا ہوتا۔

قائداعظم پاکستان کا آئین کس طرح کا بنانا چاہتے تھے، اس پر بھی آپ نے روشنی ڈالی تھی۔قائداعظم نے نہرو رپورٹ پر ان کی تجاویز رد کر دیے جانے پر فرمایا تھا:۔

''جب تک اقلیتوں کو اس امر کا یقین نہ ہو کہ انہیں حکومت اور اس کے آئین کی رو سے بہ طور ایک وحدت کے اپنے مفادات کا تحفظ حاصل ہوگا۔اس وقت تک وہ کبھی ایسے آئین کی حمایت نہیں کر سکتیں قطع نظر اس سے کہ وہ آئین کیسا ہی قابل نمونہ اور کہنے کو کتنا ہی مکمل کیوں نہ ہو۔اس سوال کا جواب کہ کون سا دستور کامیاب ہوگا، یہی ہے کہ وہ دستور جس میں اقلیتوں کے حقوق محفوظ ہوں۔ورنہ کوئی بھی دستور دیرپا اور کامیاب نہیں ہوسکتا۔اس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کچھ نہ ہوگا کہ ملک انقلاب اور خانہ جنگی میں مبتلا ہو جائے۔'' (قائد اعظم۔دی اسٹوری آف اے نیشن۔صفحہ ۲۰۸۔بحوالہ تاریخ نظریہ پاکستان از پیام شاہجہان پوری۔صفحہ ۲۱۱۔۲۱۲)

اس سے پہلے کہ قائداعظم آئین سازی کا کام مکمل کرتے وہ اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔قائداعظم کی وفات کے بعد ان کے شاندار افکار اور خیالات کو بھی ان کے ساتھ ہی دفن کر دیا گیا۔قائداعظم کی وفات کے بعد لیاقت علی خان وزیر اعظم بن گئے۔قائداعظم نے ایک اصول قائم کیا تھا کہ جو بھی ریاست کا سربراہ ہوگا وہ سیاسی جماعت کا سربراہ نہیں بن سکتا۔خود

قائداعظم نے گورنر جنرل بنتے ہی مسلم لیگ کی صدارت چھوڑ دی تھی۔اس اصول کی دھجیاں لیاقت علی خان سے لے کر عمران خان تک اڑا چکے ہیں اور نجانے کب تک ایسا ہوتا رہے گا۔لیاقت علی خان کو اصولی طور پر فوری طور پر قائداعظم کی ہدایات کی روشنی میں آئین سازی کا کام مکمل کر کے عام انتخابات کا اعلان کرنا چاہیے تھا مگر انہوں نے اُن مذہبی عناصر کو ہدایت جاری کر دی کہ وہ قرارداد مقاصد کا مسودہ تیار کریں اور اس ضمن میں کچھ نکات بھی انہیں بتائے۔۷ مارچ ۱۹۴۹ء کو لیاقت علی خان نے قرارداد مقاصد کا مسودہ دستور ساز اسمبلی کے سامنے پیش کیا جسے دستور ساز اسمبلی نے منظور کر لیا۔قرارداد مقاصد کا مسودہ مولوی شبیر احمد عثمانی نے تیار کیا تھا۔یہ وہی مولوی صاحب ہیں جنہوں نے ۱۲ ستمبر ۱۹۴۸ء کو قائداعظم کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔پھر اسی مولوی نے ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو قرارداد مقاصد کا مسودہ دستور ساز اسمبلی میں پیش کر کے قائداعظم کے افکار و خیالات کا جنازہ نکال دیا اور ان افکار کی تدفین کے بعد قائداعظم کے افکار کے متضاد نیا فکر متعارف کروایا جس کی سزا، قوم آج تک بھگت رہی ہے اور نجانے کب تک بھگتتی رہے گی۔قائداعظم کی مدبرانہ اور دانشمندانہ سوچ کو اگر پیش نظر رکھ کر پاکستان کی تعمیر و ترقی کے لیے کام کیا جاتا تو بلا شبہ پاکستان کی عوام دنیا کی پر امن اور خوشحال ترین عوام ہوتی۔اس قرارداد مقاصد کا متن پاکستان کو نا پاکستان کہنے والے مولانا مودودی نے ریڈیو پر قوم کو پڑھ کر سنایا۔مزید آگے بڑھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مشہور کالم نگار محی الدین بن احمد دین صاحب کے قرارداد مقاصد کے متعلق خیالات قارئین کی خدمت میں پیش کر دیے جائیں۔موصوف اپنے کالم میں لکھتے ہیں:۔

''قائداعظمؒ نئے مسلمان ملک کو قدیم طرز کی دینی اور مذہبی ایسی ریاست ہرگز نہیں بنانا چاہتے تھے جس میں عقل و شعور، تدبر و فراست، منطقی استدلال کی بجائے مولویان کرام، علمائے کرام کی خواہشوں، خطبات، فتویٰ جات ہی ملکی و ریاستی امور ہی ''نشانِ منزل'' اور ''منزل مراد'' بن جائیں۔یہی وجہ ہے کہ زیارت میں بیمار جناح، گورنر جنرل، کے ساتھ وزیر اعظم لیاقت علی خان، جن کے ہمراہ چوہدری محمد علی بھی تھے، ملاقات کو تلخ ہوتا جب دیکھتا ہوں تو میرا شک

پختہ ہو جاتا ہے کہ قائداعظمؒ کا جو فکر، اسلوب و انداز فکر تشکیل پاکستان تھا، لیاقت علی خان اور چوہدری محمد علی اس اسلوب فکر و انداز سے کافی مختلف اسلوب فکر و انداز فکر رکھتے تھے۔ اگر میں یہ کہوں کہ وہ قدیمی مذہبی سوچ کے علمائے کرام سے خود کو وابستہ رکھتے تھے تو شائد یہ اتنا بھی غلط نہ ہوگا جبکہ قائداعظمؒ شیعہ وسنی قدیم فکر کے علمائے کرام کی اہمیت سے آگاہی کے باوجود بھی پاکستانی فیصلہ سازی میں طرز کہن والے مسلمان پادریوں کی شکل وصورت کو اہم ترین جگہ نہیں دیتے تھے۔ نہ ہی دے سکتے تھے۔

میرا شک مزید اس وقت بڑھ جاتا ہے جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ قائداعظمؒ کی وفات کے بعد لیاقت علی خان خود علماء سے رابطہ کرکے قرارداد پاکستان لانے کی تجویز دیتے ہیں، کچھ نکات بھی علماء کو دیتے ہیں، جب علمائے کرام مسودہ تیار کر دیتے ہیں تو وزیراعظم لیاقت علی اس میں مزید ترامیم و اضافہ جات کراتے ہیں' پھر مسلم لیگی وزیراعظم خود اس قرارداد مقاصد کو اسمبلی سے پاس کرواتے ہیں۔ مگر یہ سب کچھ اس وقت ہوتا ہے جب قائداعظمؒ دنیا سے جا چکے ہیں اور لیاقت علی خان اور چوہدری محمد علی اپنے ایجنڈے کو مکمل کر دیتے ہیں۔

قرارداد مقاصد سے پہلے بیوروکریسی میں موجود کچھ عناصر نے بھرپور کوشش کی تھی کہ وہ ملک کو مکمل طور پر یورپی طرز کا سیکولر و لبرل بنادیں۔ یہ جنگ مخفی تھی مگر اتنی شدید تھی کہ بالآخر لیاقت علی خان کو قرارداد مقاصد سامنے لا کر اپنی ذاتی حیثیت منوانا پڑی مگر اس مذہبی سوچ کے لیاقت کو بھی لیاقت باغ میں دن دھاڑے شہید کر دیا گیا تھا۔ اس کے اسباب کیا تھے؟ ایسے میں بھی اقبالؒ اور جناحؒ والی جگہ لیاقت علی خان کو نہیں دے سکتا۔ معذرت۔"

(23 اگست 2020ء کالم نگار محی الدین بن احمد دین روزنامہ اوصاف۔ زاویہ)

پاکستان کی پہلی آئین ساز اسمبلی کے کل اراکین کی تعداد ۶۹ تھی۔ مشرقی بنگال کے ۴۴، پنجاب کے ۱۷، سندھ کے چار، سرحد کے تین اور بلوچستان کا ایک رکن تھا۔ جس وقت قرارداد مقاصد منظور کی گئی اس وقت پارلیمنٹ میں کل ۳۱ ارکان موجود تھے جن میں سے ۲۱ ارکان نے قرارداد مقاصد کے حق میں ووٹ دیے۔ اقلیتی ارکان اور بنگالی ارکان نے اس قرارداد کے خلاف زبردست تقریریں کیں اور اپنے تحفظات کا اظہار کیا۔ جب ان تحفظات کی طرف توجہ دلائی گئی تو مخالفین قرارداد کو اطمینان دلانے کے لیے غیر فعال کمیٹی بنادی گئی جس نے کچھ بھی نہ کیا۔ بنگالی اور اقلیتی ممبران اسمبلی سمجھتے تھے کہ ان کا مستقبل اور پاکستان کا مستقبل یہ قرارداد تاریک کردے گی۔ ان کا کہنا تھا کہ اس قرارداد نے پاکستان کے شہریوں کو مسلمانوں اور اقلیتوں میں تقسیم کرکے مذہبی تعصب کی بنیاد رکھ دی ہے۔ قائداعظمؒ کے نامزد کردہ پاکستان کے پہلے وزیر قانون ومحنت جوگندر ناتھ منڈل تو اس قدر بددل ہو گئے کہ اپنی وزارت کو لات مار کر ملک چھوڑ کر بھارت چلے گئے تھے۔

قرارداد مقاصد کا منظور کیا جانا قائداعظم کے واضح ارشادات کی نفی تھی۔ قائداعظم نے پاکستان کے تمام شہریوں کو برابر حقوق دینے کی بات کی تھی اور کسی کے عقیدہ یا مذہب کی بنیاد پر امتیازی سلوک کو رد کیا تھا۔ آئین پاکستان قائداعظم کے ان افکار وخیالات کی نفی کرتے ہوئے اپنے شہریوں کو برابر کے حقوق نہیں دیتا۔ نا صرف شہری حقوق نہیں دیتا بلکہ ان کے خلاف یعنی ان کے ضمیر کی آواز کی بھی توہین کرتا ہے۔ ایسا بے رحم آئین ہمیں دنیا میں کہیں دکھائی نہیں دیتا اگر دنیا کے کسی ملک کا آئین اسی طرح کی بے رحمی اپنے اندر رکھتا ہے تو وہ بھی انسانیت کی توہین کرنے والا ہے۔ ریاست کے آئین کی یہ قطعاً عظمت نہیں کہ وہ کسی شہری کو یہ بتائے کہ تمہیں مسلمان ہونے کے باوجود تمہارے عقیدہ، نظریہ یا خیال سے اختلاف کی بنا پر غیر مسلم قرار دیا جاتا ہے۔ اور اس بات میں بھی کسی قسم کا تقدس دکھائی نہیں دیتا کہ کسی ملک کا آئین کسی بھی مذہب کے لیے حدود متعین کرے، اور ریاستی آئین بتائے کہ تم پر یہ یہ مذہبی پابندیاں ہیں۔

قائداعظم کے فرمان: "**خواہ آپ کا تعلق کسی مذہب، ذات یا عقیدے سے ہو اس کا امور مملکت سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔**" پر خط تنسیخ کھینچ دیا گیا۔ اور ریاست نے قائداعظم کے ارشادات کو پس پشت ڈال کر مسلمانوں کو مسلمان بنانے ٹھیکہ لے لیا گیا۔ قرارد مقاصد کے متن میں موجود درج ذیل فقرہ قائداعظم محمد علی جناح کے افکار وخیالات کا منہ چڑاتا دکھائی دیتا ہے۔

"**مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی کو قرآن وسنت میں درج اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق ترتیب دے سکیں۔**"

ریاست کے کاروبار میں قائداعظم نے فرمایا تھا کہ یہ نہیں پوچھا جائے گا کسی کا مذہب کیا ہے اورعقیدہ کیا ہے ،ہم سب ایک ریاست میں برابر کے شہری ہیں۔قرارداد مقاصد کی اگلی شق میں ریاست نے یہ ذمہ داری بھی اپنے ہاتھ میں لے لی کہ اقلیتوں کواپنے مذہب کوآزادی سے پریکٹس کی اجازت بھی ریاست دے گی۔

’’اقلیتوں اور پسماندہ طبقات کے جائز حقوق، مذہبی اور ثقافتی آزادی کا پورا تحفظ کیا جائے گا۔‘‘

جب دستورساز اسمبلی سے قرارداد مقاصد منظور ہوئی اس دن سے لے کر آج کے دن تک پاکستانی قوم، قائداعظم کے بیان کردہ نشانِ منزل سے دور سے دور ہوتی چلی جا رہی ہے۔اسی قرارداد کی بدولت پاکستان مخالف مولوی نما مذہبی جوکروں کوگل کھلانے کا موقع میسر آیا۔۱۹۵۳ءکے فسادات کروانے کے لیے دولتانہ جیسے بے ضمیر سیاست دان نے سب سے پہلے مولوی نما درندوں کواپنے مذموم مقاصد حاصل کرنے کے لیے احمدیوں کےخلاف استعمال کیا۔ممتاز دولتانہ کی اس بے ہودہ حرکت کی وجہ سے نا صرف پاکستان مخالف ملاؤں کو اپنی اہمیت منوانے کا موقع ملا بلکہ فوج کو بھی اقتدار کے خمار سے آشنا کرنے کا باعث بنا۔دولتانہ نے جو پنجاب کے وزیراعلیٰ تھے ان کی وزیراعظم بننے کی خواہش نے کچھ اس طرح ریاست کی بنیادیں ہلا دی تھیں کہ ہر باشعور پاکستانی یہ کہنے پر مجبور تھا کہ سیاسی حکمران ریاست کو چلانے کے قابل نہیں ہیں۔جس طرح پاکستانی قوم مذہبی فرقوں،گروہوں کے علاوہ علاقائی،لسانی اور نسلی طور پر تقسیم ہے اسی طرح پاکستان مسلم لیگ کے بھی کئی ٹکڑے ہو چکے ہیں جیسے کہ عوامی لیگ، جناح مسلم لیگ، کنونشن مسلم لیگ، کونسل مسلم لیگ، قیوم مسلم لیگ، نون مسلم لیگ، قاف مسلم لیگ، ضیاء مسلم لیگ، فنکشنل مسلم لیگ، جونیجو مسلم لیگ، پگارا مسلم لیگ،عوامی مسلم لیگ، آل پاکستان مسلم لیگ وغیرہ وغیرہ۔

وطن عزیز میں جاری بدترین صورت حال کی وجوہات پر بات کرتے ہوئے خاص وعام کی زبان جلتی ہے۔قائداعظم کی تصاویر کوتو پاکستان کے درودیوار اور دفاتر کی دیواروں پر آویزاں کر کے ان سے عقیدت کا اظہار کیا جاتا ہے اوران کے افکار کا اپنے عمل سے مذاق اڑایا جاتا ہے۔قائداعظم کا شاندار مزار دنیا کے عظیم لوگوں کے مزاروں کا منہ چڑاتا ہے۔ہم نے ابراہم لنکن، چرچل، گوئٹے، بسمارک، شلر، گاندھی اور دوسرے بہت سے عظیم لوگوں کے مزاروں، یادگاروں کو دیکھا تو حیران رہ گئے کہ یہ لوگ جن کے مزار معمولی نوعیت کے ہیں۔ان کی قوموں نے قبروں سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ ان کے افکار سے فائدہ اٹھا کر ترقی کے زینے چڑھ کر معزز کہلائیں۔زندہ قومیں اپنے قائدین کومرنے کے بعد قبر میں اتارتی ہیں ان کے افکار کونہیں۔جب ہم آدھا پاکستان گنوا کر بچے کھچے پاکستان کی حالت زار کو دیکھتے ہیں تو دل بیقرار ہو کر صرف یہی کہتا ہے کہ ہماری خستہ حالی اوراخلاقی دیوالیہ پن کی سب سے بڑی وجہ بابائے قوم حضرت محمد علی جناحؒ کو ان کے افکار سمیت دفن کر کے منافقت کا مزار تعمیر کرنا ہے۔ان کے افکار کیا تھے اور انکی کیا اہمیت ہے؟ یہ سب بھلا کر نفرت، تعصب، کرپشن، جھوٹ، منافقت، عداوت، سفارش، بدکرداری، نا انصافی اور فرقہ واریت جیسی لعنت کو گلے کا ہار بنا لیا گیا ہے۔قائداعظم جن خصوصیات سے مالا مال تھے ان خصوصیات کوصرف ان کی تصویر تک محدود کر دیا گیا ہے۔وہ احراری، مودودی پارٹی اور دوسرے پاکستان وقائداعظم مخالف مولوی آج بھی پاکستان اور قائداعظم کے دشمن ہیں۔قائداعظم کے مزار پر آج تک نہ جانے والے مولوی اسلامی نظام کا ڈھیپ جلانے کے چکر میں قوم کو چکر پر چکر دے کر ان کی موت کا سامان کر رہے ہیں۔کسی بھی ملک کا آئین قوم کی سوچ کا عکاس ہوتا ہے۔پاکستان نامکمل آئین کے گھوڑے پر سوار ہو کر ۱۹۷۳ءتک پہنچا۔متفقہ آئین کی تشکیل تب ہوئی جب آدھا پاکستان نفرت اور عصبیت کی نظر ہو چکا تھا اور دوقومی نظریہ زخمی ہو کر کراہ رہا تھا۔سیاست دانوں نے قائداعظم کے پاکستان کو اسلامی ریپبلک آف پاکستان کا چوغہ پہنایا اور پھر اسے اتار کر اسلامی جمہوریہ نام کی چادر اوڑھا کر دنیا کے سامنے بھیک منگا بنا کر بٹھا دیا۔

یہ سچ ہے کہ جس ملک کا آئین اپنے شہریوں کو برابر کے حقوق نہیں دیتا وہ ملک ہمیشہ برباد حال رہتا ہے۔

(انشاءاللہ اگلے شمارہ میں پاکستان میں آباد غیرمسلم اقلیتوں کی حالت زار پر بات ہوگی۔)

☆☆☆

اسلاموفوبیا کا خطرناک جنّ !!

(تحریر و تحقیق: سمیع اللہ ملک)

کینیڈا میں سوچے سمجھے منصوبے کے تحت 20 سالہ نوجوان یہودی نے انتہائی سفاکی کے ساتھ پاکستانی نژاد مسلمان خاندان کے چار افراد کو سڑک پر کچل کر رکھ دیا اور اس بہیمانہ قتل نے ایک بار پھر سے اسلاموفوبیا پر بحث چھیڑ دی ہے اور بیشتر میڈیا کا دعویٰ ہے کہ 11 ستمبر کے حملوں کو اگرچہ دو دہائیاں بیت چکی ہیں لیکن صحیح معنوں میں مغربی معاشروں میں اسلاموفوبیا اب عروج پر ہے۔اس سلسلے میں کینیڈا کے وزیراعظم اور دیگر حکومتی اہلکاروں کا فوری ردِ عمل بھی سامنے آچکا ہے۔انہوں نے اس واقعے کو دہشتگردی قرار دیتے ہوئے اسے فوری طور پر کینیڈا کی مشہور انتہائی پیشہ ور پولیس ''آر سی ایم'' کو تحقیقات کا حکم دیا ہے۔اس واقعے کے فوری بعد مغربی میڈیا میں اسلاموفوبیا کا ایک مرتبہ پھر ذکر بڑے زور شور سے شروع ہو گیا ہے۔انگریزی لفظ اسلاموفوبیا آخر ہے کیا؟اس لفظ کی تخلیق خاص وجہ سے کی گئی ہے۔دنیا بھر میں نوجوان جس تیزی سے بڑی تعداد میں دائرہ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں اس سے مغرب خوفزدہ ہے کیونکہ اگر اسلام اسی طرح تیزی سے پھیلتا رہا تو 2030 تک دنیا میں عیسائیت سے زیادہ مسلمان ہوں گے،اپنے خوف کو دور کرنے اور نوجوان نسل کو اسلام سے دور رکھنے کیلئے مغرب نے اسلاموفوبیا پیدا کیا جس کے لفظی معنی اسلام کا خوف یا ڈر ہے۔انگریزی زبان میں مستعمل یہ لفظ دنیا کی بیشتر زبانوں میں اسلام سے خوف و دہشت کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔مسلمانوں کے خلاف اس لفظ کی ایجاد 1987 میں ہوئی۔1997 میں اس اصطلاح کی تعریف برطانوی رنی میڈ ٹرسٹ نے Islamophobia: A Challenge for Us All کے عنوان سے اپنی ایک رپورٹ جاری کی ہے کہ ''اسلاموفوبیا سے مراد اسلام سے بے پناہ خوف،ایک ایسا ڈر جو لوگوں کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت وعداوت کو جنم دیتا ہے۔مغرب کے تخلیق شدہ اس ناجائز لفظ کی آڑ لے کر دنیا بھر میں مذہب اسلام کو بدنام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت پیدا کی جارہی ہے جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سلوک، تشدد اور قتل کیا جارہا ہے۔

مسلمانوں کو جسمانی وروحانی اذیت دی جارہی ہے،کبھی گستاخانہ خاکے بنائے جاتے ہیں تو کبھی قرآن پاک کی بے حرمتی کی جاتی ہے تو کبھی مسلم عبادت گاہوں کو شہید کردیا جاتا ہے۔اسی اسلاموفوبیا کے نام پر مودی کے دور میں انڈیا میں ریاستی سرپرستی میں اسلام مخالف سرگرمیاں بھی جاری ہیں۔عام فہم زبان میں ''اسلاموفوبیا'' کا مطلب مذہبِ اسلام یا مسلمانوں کے خلاف ان کے عقائد کی بنیاد پر نفرت،تعصب یا خوفزدہ کرنے کا رویہ ہے''۔

اسی سال فروری میں فرانس کے تاریخی شہر سٹراس برگ میں زیرِ تعمیر مسجد حضرت ابوایوب انصاریؓ کے ڈھانچے پر ایک اسلام مخالف اور نسل پرستانہ حملے میں ''اپنے گاؤں واپس جاؤ'' کے نعرے لکھے گئے۔یہ مسجد مکمل ہونے پر یورپ کی سب سے بڑی عبادت گاہ ہوگی۔سٹراس برگ دنیا کے چند ایسے شہروں میں سے ایک ہے جہاں یورپی یونین،یورپین کورٹ آف ہیومن رائٹس اور اقوام متحدہ کے علاوہ کئی انٹرنیشنل اداروں کے اہم دفاتر قائم ہیں۔اسلاموفوبیا کے اسی حملے سے دورِ حاضر میں فرانس میں رائج اسلام مخالف ماحول کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔مسجد کی انتظامیہ کو کئی بار دھمکیاں دی گئیں مگر پولیس نے ابھی تک ان کے تحفظ کیلئے کوئی کاروائی نہیں کی۔یہ ایک مسلمہ تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمانوں کو مذہب یا رنگ یا دونوں کی بنیاد پر مسلسل تفریق وتنقید اور ظلم وبربریت کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔اب فرانسیسی صدر عمانویل میکرون نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اس قدر شر انگیز مہم شروع کررکھی ہے کہ ایمنسٹی انٹرنیشنل جیسے ادارے بھی آواز اٹھانے لگے ہیں۔گزشتہ سال جاری ہونے والی ایمنسٹی کی ایک رپورٹ کے مطابق فرانسیسی حکومت مسلمانوں کے بنیادی عقیدے مثلاً روزے اور نماز کو بھی شدت پسندی کی علامات میں شمار کرتی ہے۔میکرون سے شہ پا کر حکومت کے دیگر عہدیدار بھی اسلام کو نشانہ بنارہے ہیں جس کی وجہ سے مسلمانوں کے خلاف تعصب اور سرکاری تشدد کے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے۔گزشتہ سال جنوری سے اب تک لگ بھگ سوکے قریب مساجد اور اسلامی اسکولوں کو بند کردیا گیا ہے۔سینکڑوں مسلمان طلبا جن میں

دس سال کی عمر کے بچے بھی شامل ہیں کو پولیس نے شدت پسندی کے الزام میں پکڑا۔ایمنسٹی کے مطابق سرکاری سطح پر لگائے جانے والے بنیاد پرستی کے الزامات عموماً مذہب کی پیروی کرنے والے مسلمانوں پر لگائے جاتے ہیں۔اسلاموفوبیا کی تاریخ سے پورا یورپ بھرا پڑا ہے جس کو نائن الیون کے بعد جواز بنا کر پھر سے سرکاری سرپرستی میں زندہ کر دیا گیا۔پھر بظاہر آزاد میڈیا کے ذریعے اس کو اس قدر عام کر دیا گیا کہ عام افراد کیلئے مسلمانوں کے خلاف ردعمل بظاہر ایک قدرتی فعل تصور ہونے لگا ہے۔اس کے نتیجے میں جمہوری حکومتوں اور پارٹیوں کیلئے اسلام اور مسلمان مخالف جذبات اور احساسات کی ترویج واشاعت ایک نفع بخش کاروبار بن گیا ہے جس کے ذریعے وہ لوگوں کے ووٹ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔فرانسیسی صدر میکرون کے کچھ ناقدین کے مطابق اسلام کے خلاف ان کا زہریلا پروپیگنڈا دراصل ان کی جانب سے اپنی کھوئی ہوئی مقبولیت کو بحال کرنے کا ایک سستا طریقہ ہے۔

تازہ ترین واقعے میں اسلام مخالف شدت پسندوں نے اسپین کے مرسیہ علاقے کے گاؤں ''سان یاویر'' میں مسجد پر حملہ کر کے اسے آگ لگانے کی کوشش کی گئی تاہم مقامی لوگوں اور پولیس کی بروقت کارروائی سے نقصان بہت کم ہوا۔اگرچہ حملہ آوروں نے مسجد کی دیواروں پر اسلام مخالف نعرے لکھے مگر مقامی لوگوں نے اس کی مذمت کرتے ہوئے مسلمانوں کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کیا۔اس کے برعکس یونان میں حکومت نے تھیلیسونیکی نامی شہر، جو عثمانی دور میں سلونیکا کے نام سے مشہور تھا، میں مسلمانوں کیلئے مسجد بنانے کا دیرینہ مطالبہ رد کر دیا ہے۔شہر میں 1829 تک درجنوں مساجد تھیں جنہیں عثمانی سلطنت کے خاتمے کے بعد تباہ کر دیا گیا۔جو مساجد ابھی بچی ہیں انہیں یونانی حکومت کھولنے سے انکاری ہے۔

کچھ عرصے سے مغرب اور دنیائِ اسلام کے مابین بڑھتی ہوئی کشیدگی یورپ بھر میں تارکین وطن کے خلاف متعدد مہم شروع ہونے کا سبب بنی ہے۔فرانس کے ایک طنزیہ جریدے میں کینیڈا میں ہلاک ہونے والے خاندان کی ہلاکت کا سبب بننے والے دہشتگردانہ حملے کے بعد مغرب بھر میں ایک ثقافتی جنگ شروع ہو گئی ہے۔

مذہب اسلام پر طنز ومزاح کرنے اور متنازعہ خاکے شائع کرنے کی وجہ سے جریدے شارلی ایبدو کی صحافتی سرگرمیوں پر ماضی میں بھی فرانس کی مسلم آبادی کی طرف سے کڑی تنقید کی جاتی رہی ہے۔تنازعہ مشرق وسطی ہو یا مغربی افریقی ممالک کے سیاسی بحران، شام کی خانہ جنگی ہو یا عراق میں جنگی تباہی، ہر خطے سے ترک وطن کر کے یورپ کی طرف ہجرت کرنے والے مسلم اور غیر مسلم دونوں باشندوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے اور یہ صورتحال اب فرانس اور جرمنی جیسے اقتصادی طور پر مضبوط یورپی ممالک کیلئے ایک بڑا مسئلہ بن چکی ہے۔تارکین وطن چاہے روزگار کی تلاش ہی میں یورپ کی طرف کیوں نہ آئیں وہ اپنے ساتھ اپنی تہذیب وتمدن اور اپنی ثقافت لے کر آتے ہیں۔یورپ پر مسلم ثقافت کے اثرات مرتب ہوئے ہیں جس سے مغربی معاشروں کے قدامت پسند طبقے کو غیر معمولی تشویش لاحق ہے۔کچھ عرصے سے مغرب اور دنیائے اسلام کے مابین بڑھتی ہوئی کشیدگی یورپ بھر میں تارکین وطن کے خلاف متعدد مہم شروع ہونے کا سبب بنی ہے۔فرانس میں مسلمانوں کے خلاف شدید کشیدگی کے بعد بدھ یورپی حکومت کو مسلمان تارکین وطن کیلئے دائرہ مزید تنگ کرنے کی ایک اور وجہ فراہم کر دی ہے۔بالخصوص شارلی ایبدو پر حملے کے بعد فرانس، جرمنی اور دیگر یورپی معاشروں میں ثقافتی جنگ پر بحث چھڑ گئی ہے۔

غیر مذہبی نظام حکومت "لائسیزم" کے حامل ملک فرانس میں یورپ کی سب سے بڑی مسلم برادری آباد ہے۔فرانس اس وقت اقتصادی بحران اور بیروزگاری کی بڑھتی ہوئی شرح جیسے مسائل سے دوچار ہے۔فرانسیسی معاشرے میں قومی شناخت اور اسلام کے کردار کے موضوع پر نہایت شدید بحث چھڑی ہوئی ہے۔فلورنس میں قائم یورپین یونیورسٹی انسٹیٹیوٹ سے منسلک ایک ماہر امور مشرق وسطی اور سیاسیات الیور روئے کے بقول "یہ حملہ فرانس میں اسلام سے خوف کے بڑھتے ہوئے جذبات کی تاکیدی علامت کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایک فرانسیسی مصنف اور سیاسی صحافی ایرک زیمور نے اپنی کتاب "فرینچ سوسائیڈ" میں تحریر کیا ہے کہ فرانس کی طرف مسلم تارکین وطن کی ایک بڑی تعداد کی ہجرت فرانسیسی سیکولر اقدار کی تباہی کی اہم وجوہات میں سے ایک ہے۔ان کی یہ کتاب 2014 کی بیسٹ سیلنگ کتاب رہی۔

اقوام متحدہ کے زیر اہتمام منائے جانے والے عالمی دن، امن کا عالمی دن، انسانی حقوق کا عالمی دن، جوہری ہتھیاروں کے خاتمہ کا عالمی دن، سماجی انصاف کا عالمی دن، نسلی امتیاز کے خاتمہ کا عالمی دن، یوم یکجہتی وسفارتی امن کا عالمی دن، تنازعات میں جنسی تشدد کا عالمی دن، انسانیت کا عالمی دن سمیت متعدد ایسے عالمی دن ہیں جن کی کھلم کھلا خلاف ورزیاں انڈیا اور مغرب میں جاری ہیں اسلاموفوبیا کا خاتمہ کیے بغیر دیگر منائے جانے والے عالمی دن بے سود ہیں۔ ☆☆☆

ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی سالانہ رپورٹ

ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان نے ملک میں انسانی حقوق کی صورتحال پر سال 2020 کی سالانہ رپورٹ جاری کرتے ہوئے کہا ہے کہ ملک میں اقلیتوں کو جبری مذہبی تبدیلی، تعصب،نفرت آمیز اور توہین رسالت کے جھوٹے الزامات کا سامنا ہے۔رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ کمیشن نے ایسے 31 کیسز کی نشاندہی کی ہے جن کو جبری مذہبی تبدیلی کا سامنا کرنا پڑا اور ان میں چھ کم عمر لوگ شامل تھے۔کمیشن نے کہا ہے کہ گزشتہ سال ملک میں 586 افراد پر توہین مذہب قوانین کے تحت مقدمات دائر کئے گئے جن میں زیادہ تعداد پنجاب کے شہریوں کی ہے۔

کمیشن نے کہا ہے کہ ملک میں احمدی کمیونٹی کے 24 افراد پر توہین مذہب کے مقدمات دائر کئے گئے جن میں ٹوبہ ٹیک سنگھ کا ایک سنار بھی شامل ہے جس پر توہین مذہب کا مقدمہ صرف اس وجہ سے دائر کیا گیا کہ اس نے ایک گائے کی قربانی کے بعد گوشت مقامی مسلمانوں میں تقسیم کیا۔

انسانی حقوق کے کمیشن نے اپنے رپورٹ میں کہا ہے کہ ملک میں خواتین کے خلاف جرائم میں اضافہ ہوا لیکن پاکستانی خواتین نے 'ٹو فنگر ٹیسٹ' کے متنازع طریقوں کو 'غیر قانونی' اور 'آئین کے منافی' قرار دینے میں بڑا کردار ادا کیا اور یہ پاکستانی خواتین کے لئے ایک فتح تھی۔

انسانی حقوق کے کمیشن نے گزشتہ سال بچوں کے ساتھ ہونے والے جرائم کی تفصیلات بتاتے ہوئے کہا ہے کہ گزشتہ سال بچوں کے خلاف جرائم کے کل 2،960 واقعات سامنے اۓ ہیں۔ کمیشن نے بچوں کے خلاف بڑھتے جرائم پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ گزشتہ سال شیر خوار بچوں سمیت دیگر عمر کے بچوں کو مختلف قسم کے جرائم کا نشانہ بنایا گیا جن میں اغوا سمیت جنسی درندگی اور ریپ جیسے واقعات شامل ہے۔

ملک میں ماحولیات کی صورتحال پر رائے دیتے ہوئے کمیشن نے واضح کیا ہے کہ خیبر پختونخوا میں ماحولیات کو شدید خطرہ ہے۔ادارے نے لکھا ہے کہ خیبر پختونخوا کے ضلع ہری پور میں بڑے بڑے جنگلات کی کٹائی کر کے ان کو رہائشی اور کاروباری سرگرمیوں میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔ ادارے نے لکھا ہے کہ پاکستان تحریک انصاف حکومت کی بنائی گئی اپنی انکوائری کمیٹی نے سفارشات حکومت کو فراہم کی ہے جس میں اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ ایک مافیا جنگلات کی غیر قانونی کٹائی میں مصروف ہے اور جنگلات پر محیط ایک بڑے علاقے کو کاروباری اور رہائشی منصوبوں میں تبدیل کیا گیا ہے۔

کمیشن نے اظہار رائے کی آزادیوں پر بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ ملک میں اس وقت میڈیا اور اظہار رائے کو شدید خطرات کا سامنا ہے اور ملک میں صحافیوں کے قتل عام سمیت ڈرانے دھمکانے کا سلسلہ جاری ہے۔کمیشن نے جنگ گروپ کے مالک میر شکیل الرحمان کی کیس پر تبصرہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ میر شکیل الرحمان کو چونتیس سالہ پرانے مقدمے میں شامل تفتیش کرنا میڈیا کے اداروں پر دباؤ بڑھانے کے لئے علاوہ کچھ نہیں تھا تاکہ میڈیا کو اس بات کا پابند کریں کہ وہ حدود سے باہر نہ نکلے۔کمیشن نے اپنے سالانہ رپورٹ میں کہا ہے کہ صحافی بلال فاروقی کے خلاف منظّم پروپیگنڈا اور ان پر غداری کے مقدمات درج کرنا صحافیوں کو خاموش کرانے کی ایک سازش تھی۔

کمیشن نے سال 2020 کے سالانہ رپورٹ میں آزادانہ نقل وحرکت کی آزادی پر تبصرہ دیتے ہوئے کہا ہے ملک میں آزادانہ نقل وحرکت کو بھی شدید خطرات کا سامنا ہے اور ممبر قومی اسمبلی محسن داوڑ کو کوئٹہ میں داخل ہونے سے روک کر سیکیورٹی رسک قرار دیا گیا۔کمیشن نے مزید کہا ہے کہ گوادر کے باسیوں کی نقل وحرکت کو محدود کرانے کے لئے شہر میں باڑ لگانے کی کوشش کی گئی جس پر انسانی حقوق کمیشن تشویش کا اظہار کرتی ہے۔

کمیشن نے حکومت اور ریاست کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے واضح کیا ہے کہ یہ نیو لبرل ہائبرڈ نظام شہریوں کی آئینی اور قانونی حقوق کا تحفظ نہیں کر سکتا۔

کمیشن نے جبری گمشدگیوں پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ موجودہ حکومت نے تین سال پہلے وعدہ کیا تھا کہ وہ جبری گمشدگیوں کو مجرمانہ فعل بنانے کے لئے قانون پارلیمنٹ میں پیش کریگی لیکن ابھی تک وہ قانون پیش نہیں کیا گیا۔صوبہ خیبر پختونخوا جبری گمشدگیوں کے واقعات میں سرفہرست رہا ہے اور گزشتہ سال کے دسمبر تک صوبے میں جبری گمشدگیوں کے کیسز 2،942 تک پہنچ گئے ہیں۔

کمیشن نے جبری گمشدگیوں کے لئے بنائے گئے کمیشن کو متنازعہ قرار دیتے ہوئے واضح کیا ہے کہ جبری گمشدگیوں کا کمیشن ملک میں جبری طور پر گمشدہ ہونے والے شہریوں کے صحیح اعداد و شمار سامنے لانے میں ناکام رہا جبکہ کمیشن نے گزشتہ سال ملک میں 177 افراد کو سزائے موت سنانے پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔

انسانی حقوق کے کمیشن نے عدلیہ کی ناکامی پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے واضح کہا ہے کہ ملک میں 21 لاکھ مقدمات تاحال زیر التوا ہیں جن پر کوئی فیصلہ نہیں ہوا اور گزشتہ سال ان مقدمات کی تعداد اٹھارہ لاکھ تھی جو اب بڑھ کر 21 لاکھ ہو گئی ہے۔کمیشن نے سپریم کورٹ کے جسٹس جسٹس فائز عیسیٰ کے خلاف بنائے گئے صدارتی ریفرنس پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ جسٹس فائز عیسیٰ کے خلاف صدارتی ریفرنس بنانا کا مقصد تنقیدی آوازوں کو دبانے کے سوا کچھ نہیں تھا۔

کمیشن نے موجودہ حکومت کے زینب الرٹ بل کی پارلیمان سے منظوری کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ انسانی حقوق کے کمیشن کو امید ہے کہ اس قانون سے بچوں کے خلاف جرائم میں کمی واقع ہوگی۔

کمیشن نے موجودہ حکومت کی انسانی حقوق کی ترجیحات کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا ہے کہ نیشنل کمیشن برائے انسانی حقوق مئی 2019 سے غیر فعال ہے اور کیونکہ حکومت نے تاحال ان کے سربراہ کی تعیناتی نہیں کی۔کمیشن نے مزید کہا ہے کہ نیشنل کمیشن برائے خواتین کی سربراہ کی تعیناتی بھی تاحال نہیں ہوئی اور وہ عہدہ تاحال خالی پڑا ہے۔(بشکریہ روزنامہ نیا دور ۱۳ مئی ۲۰۲۱ء)

ارباب اختیار کو دنیا کو اسلاموفوبیا کا سبق پڑھانے سے پہلے ایک نظر اپنے گریبان پر بھی ڈالنا چاہیے۔

آنکھیں ہزار نعمت!!

(تحریر و تحقیق: زکریا ورک۔ کینیڈا)

گلاب آنکھیں شراب آنکھیں
انھی میں الفت انھی میں نفرت
یہی تو ہیں لا جواب آنکھیں
ثواب آنکھیں عذاب آنکھیں

پروردگار عالم نے بنی نوع انسان کو اتنی ساری نعمتوں سے نوازا ہے کہ ان کا شمار ممکن نہیں۔ ان ساری نعمتوں میں سے سب سے اہم اور سب سے زیادہ قیمتی دو آنکھیں ہیں۔ آنکھیں انسان کو کائنات کی رنگینیوں اور اس کی بوقلمونیوں کا مشاہدہ کراتی ہیں۔ اسی نعمت کے ذریعہ وہ خدا کے جلووں کو اس کائنات کے مختلف مظاہر میں دیکھتا ہے۔ اگر چہ خدا براہ راست ان آنکھوں سے نہیں دیکھ پاتا مگر جب خدا کی قدرت کے نظاروں کو مخلوقات کے گوناگوں رنگوں میں دیکھتا تو ہر جگہ قدرت کے جلوے دیکھتا ہے۔

کہنے کو تو یہ گنجے کے برابر دو آنکھیں ہمارے چہرے کی ہڈیوں کے دو طاق نما کاسہ چشم میں بڑے سلیقے سے آویزاں ہیں مگر اس کی ساخت پر باریکی سے غور کریں تو اس کی بناوٹ، سجاوٹ میں کئی حکمتیں پوشیدہ نظر آتی ہیں۔ کسی نے آنکھوں کو دماغ کی کھڑکی کہا ہے اور کچھ نے ان کو روح کو دروازہ کہا ہے۔ window to your soul۔ درحقیقت ہماری آنکھ محض آلہ بصارت ہی نہیں بلکہ ان آنکھوں کی حرکات و سکنات سے کسی بھی شخصیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے

آنکھ ملے جب آنکھ سے آنکھیں کریں کمال
آنکھ ہی من کی بات کو لاتی ڈھونڈ نکال
لب کچھ کہیں اس سے حقیقت نہیں کھلتی
انسان کے سچ جھوٹ کی پہچان ہے آنکھیں

روزمرہ زندگی میں جب ہم کسی سے گفتگو کرتے ہیں تو ایک دوسرے کی نظریں ملتی رہتی ہیں اور حساس نظریں مطالب کو خوب سمجھ جاتی ہیں۔ دراصل آنکھیں دل کا آئینہ ہوتی ہیں جو کچھ دل میں ہوتا ہے وہ آنکھوں سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ آنکھوں کے ذریعہ بہت سارے انسانی تاثرات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ انسان کی اندرونی کیفیات خوشی، پشیمانی، گزارش، درد انسان کی آنکھوں سے جھلکتا ہے۔

حال کہہ دیتے ہیں نازک سے اشارے اکثر
کتنی خاموش نگاہوں کی زباں ہوتی ہے

آپ کسی سیمینار یا کلاس میں پروفیسر کا لیکچر سن رہے ہوں، سوال و جواب کا سلسلہ ہو یا پھر کسی محفل میں کئی لوگوں کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف ہوں تو اس کی آنکھوں کی حرکات پر غور کریں۔ بہت سی باتیں زبان سے ادا ہوئے بغیر سمجھ میں آ جاتی ہیں۔ شاعر حضرات آنکھوں کی خوبصورتی، ان کی کشش کو اپنی شاعری میں استعمال کر کے اپنے نام کو چار چاند لگا لیتے ہیں۔ کبھی آنکھیں جھیل میں کنول، کبھی ساغر، کبھی شمع، کبھی نیل گگن اور نہ معلوم کتنے استعارات صرف آنکھوں کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔

آنکھیں اور اردو محاورے

آنکھوں کے تعلق میں چند ایک محاورے قابل غور ہیں: بسر و چشم، نور چشم، آنکھوں پر پلکوں کا بوجھ نہیں ہوتا، سر آنکھوں پر بجا لانا، آنکھوں کا جل جانا، سر آنکھوں کے بل کر چل کر آنا، آنکھوں میں دھول ڈالنا، آنکھیں لال پیلی کرنا، آنکھیں چار ہونا، آنکھیں ٹھنڈی کرنا، آنکھیں پتھرا جانا، آنکھیں ترس جانا۔ آنکھ بند کر لینا، آنکھ بھر کر دیکھنا، آنکھ بھوں چڑھانا، آنکھ پھیر لینا، آنکھیں چار کرنا یا چار ہونا، آنکھ کا تارا، آنکھ کی ٹھنڈک، آنکھ کی حیا، آنکھوں پر پلکوں کا بوجھ نہیں، آنکھوں پر چربی چھا جانا، آنکھوں سکھ کلیجے ٹھنڈک، آنکھوں کا کاجل جرانا، آنکھوں آنکھوں میں، آنکھوں کا نیل ڈھل جانا، آنکھوں میں ٹھنڈک پڑنا، آنکھیں بچھانا، آنکھیں پھیر لینا، آنکھیں سینکنا، آنکھیں چار ہونا، آنکھیں فرش کرنا، آنکھیں ہوئیں چار، آنکھیں گرم ہونا، آنکھوں کا جادو کرنا، تجسس کی آنکھ، آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل، آنکھ کے آگے بجلی کوندنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔

آنکھوں کی جلوہ سامانیاں

ہمارے جسمانی حرکات اکثر مطالب بیان کرتے ہیں جن میں آنکھ کا حیران کن مخصوص کردار ہے۔ کیونکہ آنکھیں دیکھنے کے ساتھ ساتھ غیر معمولی پیغامات و اشارات ارسال کرتی جاتی ہیں اور یہ اشارے کنائے سے مطلب سمجھ جانے والے قرینے سے منشا معلوم کر لیتی ہیں۔

اوپر کی طرف نگاہ: بات کرتے کرتے جب کوئی انسان اوپر دیکھنے لگتا ہے تو سوچ رہا ہوتا ہے۔اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ خیالوں میں کھو گیا ہے۔ اگر وہ مخاطب ہوتے ہوئے لمحہ بھر کو آنکھیں اوپر گھمالیتا ہے تو وہ کسی مخصوص لفظ کو تلاش کر رہا ہوتا ہے۔ اگر اوپر دیکھتے ہوئے اس کی نگاہیں اوپر میں بائیں طرف گھومتی ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنی یادداشت پر زور دے رہا ہے اور اگر اوپر میں دائیں طرف آنکھ گھماتا ہے تو یہ تخیلاتی تصویر کشی میں محو ہے۔کبھی کبھار یہ سمت اور نتیجے بالعکس بھی ہو سکتے ہیں اور اکثر وبیشتر اوپر دیکھنے کا مطلب ماحول دیکھ کر دل چسپ خیال لانا ہوتا ہے۔

نیچے کی طرف نگاہ: نگاہیں نیچی کرنا یا رکھنا عاجزی،انکساری،شرمندگی،گزارش، خودسپردگی اور بے کسی کا اظہار کرتی ہیں۔نگاہیں نیچی کرتے ہوئے دائیں طرف آنکھ گھمانا اندرونی جذبات پر غور ظاہر کرتا ہے۔اکثر نیچی نگاہیں کرنا خود کا قصوروار اور نادم ظاہر کرتا ہے۔اگر نیچے دیکھتے ہوئے بائیں طرف آنکھ گھمائی جائے تو اس کا مطلب خود سے ہم کلامی ہے۔خاص طور پر اگر وہ اس دوران بڑبڑاتا جاتا بھی ہے۔ مختلف تہذیبوں میں آنکھ ڈال کر بات کرنا طیش،غیض،اور اپنے کو مدمقابل کے سامنے برتر دکھانا ہے اور یہ انداز گستاخانہ مانا جاتا ہے۔ہاں بات کرتے کرتے نیچے دیکھنا احترام ظاہر کرتا ہے۔

دائیں بائیں دیکھنا: ہمارے بصری نظام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ہمارا میدان بصر مسطح ہے۔ اسلئے ادھر ادھر نظر گھمانا سامنے کی شے نظر انداز کرنا ہے اور اپنی دلچسپی دوسری جانب شے پر ظاہر کرتا ہے۔بعض دفعہ یہ جھنجلاہٹ کی پہچان ہوتا ہے جو اکثر تنقید پسند نہ آنے پر دیکھا جاسکتا ہے۔اچانک بائیں بازو دیکھنے کا مطلب کسی آواز کو سننے کی کوشش ہوتا ہے، اور دائیں جانب نگاہ لے جانے کا مطلب تصور میں آواز پہچاننے کی کوشش ہوتی ہے۔بعض اوقات دائیں بائیں آنکھ گھمانا جھوٹ کا آئینہ دار ہوتا ہے اور اپنی چوری پکڑے جانے کی وجہ سے راہ فرار اختیار کرنا ظاہر ہوتا ہے۔

دائیں بائیں حرکات: معنی خیز انداز میں دائیں اور بائیں دیکھنا کسی سازش یا سازشی منصوبہ کو دکھاتا ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ وہ ادھر ادھر دیکھ کر اطمینان کرنا چاہتا ہے کہ کوئی دوسرا دیکھ یا سن تو نہیں رہا ہے۔

ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا: کسی چیز کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا اس شے میں غیر معمولی دلچسپی ظاہر کرتا ہے۔خواہ وہ کوئی تصویر ہو،خوب رو دوشیزہ ہو،مصوری ہو،یا مجسمہ ہو یا ٹیلی ویژن پر کوئی پروگرام دیکھا جا رہا ہو۔جب کوئی دوسرا اس طرح دیکھتے وقت اس کی آنکھوں کو دیکھتا ہے تو وہ بھی اس چیز کو غیر ارادی طور پر دیکھنا شروع کر دیتا ہے۔جب ہم کپڑوں یا جوتوں کی شاپنگ کے لئے جاتے ہیں تو بعض چیزوں کو دیکھ کر ہماری نظریں خیرہ ہو جاتی ہیں۔دوکاندار ہماری نظروں کو پہچاننے میں مہارت رکھتا ہے اور ہماری پسند کو آنکھوں سے تاڑ لیتا ہے۔کسی شخص کو اوپر سے نیچے تک دیکھنا تاڑنا کہلاتا ہے، بار بار اس طرح دیکھنا ہتک عزت سمجھا جاتا ہے۔ مدمقابل پر بار بار نگاہ ڈالنا بھی معیوب سمجھا جاتا ہے خصوصاً اگر صنف نازک کی طرف نگاہ ڈالی جارہی ہو بلکہ اس کا شمار شہوت پرستی میں ہوتا ہے۔

سرسری نظر ڈالنا: جب کسی چیز میں دلچسپی نہ ہو یا دل اس طرف مائل نہ ہو جیسے دروازے کی طرف نگاہ کرنا یعنی بیزاری ظاہر کرنا۔

آنکھوں کا ربط: دوافراد کے درمیان آنکھوں کا ربط ترسیل کا بے حد پختہ عمل ہے جو باہمی دل چسپی، محبت، الفت، اور تسلط ظاہر کرتا ہے۔ جیسے کی شاعر کہتا ہے:

جانے کس آنکھ میں پہچان چھپی ہو میری
آنکھ سے آنکھ ملاتے ہوئے ڈر لگتا ہے

نظر کا ملنا: کسی شخص کی طرف نگاہ کرنا اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ پہلا شخص سامنے والے انسان میں دل چسپی رکھتا ہے خاص طور پر اگر آنکھ سے آنکھ ٹکراتی ہے ۔جب کوئی شخص بات کہہ رہا ہے اور سامنے والے کی نگاہ اور خیال کہیں اور ہے تو وہ جب مخاطب ہوتا ہے تو مطلب یہ ہے کہ اس نے متوجہ کیا ہے اور نظر التفات حاصل کیا ہے۔

عشق کرنے کے بھی کچھ آداب ہوا کرتے ہیں
جاگتی آنکھوں میں بھی کچھ خواب ہوا کرتے ہیں

نظرانداز: دوران گفتگو مخاطب کے ساتھ تادیر آنکھوں کا ربط غیر معقول اور

نامناسب سمجھا جاتا ہے اس لئے گاہے بگاہے نظر ہٹتی رہتی ہے اور دوبارہ ملتی رہتی ہے۔ لیکن بسا اوقات جب کوئی انسان کسی کی بات سن رہا ہو اور اس کی طرف توجہ خاص ہو، تو دیر تک آنکھوں کا ربط قائم ہوتا ہے اور اگر ایسا نہیں تو نظر انداز سمجھی جائیگی۔

محدود نظر ملانا: جب کوئی شخص اپنی آنکھیں کم ملا رہا ہو تو یا تو وہ خود کو محفوظ نہیں پاتا یا دروغ گوئی کا مرتکب ہو رہا ہے تاکہ اسے لوگ پہچان نہ لیں۔

نظروں سے قائل کرنا: اپنی بات کیلئے قائل کرنے کا کام بھی آنکھیں بڑی آسانی سے کرتی ہیں۔ اس کیلئے پہلا کام تو یہ ہے کہ آنکھ سے آنکھ کا ربط ہو اور یہ دیر تک جاری رکھا جائے۔ جیسے معصوم بچے اپنی ماں سے فرمائش کر کے بات منوا لیتے ہیں۔ ہر ماں کیلئے اس کا بچہ دنیا کا خوب صورت ترین بچہ ہوتا ہے اور ہر بچے کیلئے اس کی ماں دنیا کی خوبصورت ترین عورت ہوا کرتی ہے اسی لئے تو کہتے ہیں

Beauty is in the eye of the beholder

گھورنا: کسی شخص یا کسی چیز میں غیر معمولی دلچسپی کا اظہار کرنا گھورنا کہلاتا ہے۔ دیر تک گھورتے رہنا جارحانہ، چاہت، پیار و محبت کے علاوہ فریب بھی ہو سکتا ہے۔ کینیڈا امریکہ میں گھورنا معیوب گردانا جاتا ہے۔ گھورتے وقت عام طور پر آنکھیں بڑی ہو جاتیں اور جھپکتی کم ہی ہیں۔ اگر کوئی شخص دوسرے کو گھور رہا ہوتا ہے تو دوسرا شخص عموماً جھینپ جاتا ہے اور منہ موڑ کر دوسری طرف دیکھنے لگتا ہے۔ مغرب میں ریستوران میں کسی حسینہ کو گھوریں اور واپس گھورنا شروع کر دے تو طبیعت مضمحل ہو جاتی ہے۔

نظروں کا تعاقب: آنکھیں قدرتی طور پر حرکت کا تعاقب کرتی ہیں۔ کسی بھی حسین انسان یا پرکشش چیز میں نظر ٹک جاتی ہے۔ اور آنکھیں حرکت کا پیچھا کرتی رہتی ہیں خاص طور پر جب کوئی چیز خریدنی ہو تو فروخت کرنے والا استعمال کے طریقے بتا رہا ہوتا ہے تو نظریں تعاقب کرتی ہیں۔

آنکھوں کا جھپکنا: آنکھوں کا جھپکنا قدرتی عمل ہے جس میں آنکھ کے پپوٹوں کے ذریعہ آنکھ میں بننے والے آنسو آنکھ کے لینز (شیشے) کو صاف کرتے رہتے ہیں۔ ایک منٹ میں آنکھیں 15 سے 20 مرتبہ جھپکتی ہیں لیکن جب انسان فکرمند ہو اور کسی قسم کے تناؤ کا شکار ہو تو جھپکنا بڑھ جاتا ہے۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ دروغ گو اپنے جھوٹ کو چھپانے میں آنکھیں بار بار جھپکتا ہے۔ اگر کوئی مخصوص جھپکن کے بعد آنکھیں کھولتا ہے تو اس کے معنی ہیں کہ جو وہ دیکھ رہا ہے اس پر اس کو یقین نہیں آرہا۔ تیز تیز اور بار بار جھپکنے کے معنی غرور، تکبر، اور خود پسندی ظاہر کرتا ہے۔

کنکھی مارنا: ایک آنکھ بند کر کے اشارہ کرنا کسی سازش کی نشاندہی کرتا ہے۔ (یعنی تم اور ہم سمجھتے ہیں جب کہ دوسرے نہیں جانتے) آنکھ مارنا تبریک بھی ہو سکتا ہے ہاں اس کے ساتھ اگر ہاتھ کا اشارہ بھی ہو۔

آنکھیں بند کرنا: آنکھوں کو بند کرنا یعنی دنیا سے بے خبر یعنی میرے سامنے جو ہے اسے میں نہیں دیکھنا چاہتا۔ مفکر اور فلسفی اکثر آنکھیں بند کر کے سوچتے ہیں اور کبھی کبھی بات کرتے کرتے آنکھیں بھی بند کر لیتے ہیں۔

غمگین آنکھیں: عموماً آنسو کی وجہ سے قدرتی طور پر آنکھیں نم ہوتی ہیں لیکن بھیگی آنکھیں ضبط کردہ آنسو، گھبراہٹ، بے چینی، خوف و حراس یا غمگین ماحول ظاہر کرتا ہے۔ بعض اوقات تھکاوٹ کی وجہ سے بھی آنکھیں نم رہتی ہیں۔ ماحصل یہ کہ آنکھیں دل کا آئینہ ہوتی ہیں جو کچھ دل میں ہوتا ہے وہ آنکھوں سے ظاہر و باہر ہو جاتا ہے۔ آنکھوں کو دیکھ کر انسانی تاثرات کا بہت کچھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

کنکھی مارنا: ایک آنکھ بند کر کے اشارہ کرنا کسی سازش کی نشاندہی کرتا ہے۔ (یعنی تم اور ہم سمجھتے ہیں جب کہ دوسرے نہیں جانتے) آنکھ مارنا تبریک بھی ہو سکتا ہے ہاں اس کے ساتھ اگر ہاتھ کا اشارہ بھی ہو۔

اس آنکھیں کھول دینے والے مضمون کو ہم ایک دلچسپ نظم پر ختم کرتے ہیں۔

گلاب آنکھیں شراب آنکھیں
یہی تو ہیں لا جواب آنکھیں
انہی میں الفت انہی میں نفرت
ثواب آنکھیں عذاب آنکھیں
کبھی نظر میں بلا کی شوخی
کبھی سراپا حجاب آنکھیں
کبھی چھپاتی ہیں راز دل کے
کبھی ہیں دل کی کتاب آنکھیں
کسی نے دیکھیں تو جھیل جیسی
کسی نے پائیں سراب آنکھیں
وہ آئے تو لوگ مجھ سے بولے
حضور آنکھیں، جناب آنکھیں
عجیب تھا گفتگو کا عالم
سوال کوئی، جواب آنکھیں

’’مسلمانوں‘‘ کے قبرستان میں کون کون دفن نہیں ہوسکتا؟

(تحریر و تحقیق: ڈاکٹر نجم الثاقب کاشغری)

قارئین کرام! چند ہفتہ قبل یہ خبر سوشل میڈیا پہ دیکھنے اور کچھ کالم نگاروں کے قلم سے پڑھنے کو ملی (عام اخبارات اور معروف ٹی وی چینلز نے تو اس غیر انسانی واقعہ کو ’خبر‘ نہ سمجھ کر شائع کرنے کا تکلف نہیں کیا) کہ شیخوپورہ کے ایک نواحی گاؤں میں ایک احمدی خاتون کی تدفین پر امن امان کی صورتحال پیدا کر دی گئی اور احمدی مخالف مسلمانوں نے مرحومہ کو ’مسلمانوں‘ کے مبینہ قبرستان میں دفن ہونے سے روک دیا۔

ان احتجاجی مسلمانوں کا مؤقف تھا کہ چونکہ احمدی پاکستان کے آئین، قانون نیز ’’سواد اعظم‘‘ کے مفتیان عظام و علمائے کرام کے فتاویٰ کی رُو سے کافر اور غیر مسلم قرار دے دیئے گئے ہیں لہٰذہ قانوناً و شرعاً کسی بھی احمدی کی تدفین ’’مسلمانوں‘‘ کے قبرستان میں نہیں ہوسکتی۔

راقم نے اس واقعہ کا علم ہونے پر سوچا کہ کیا وجہ ہے کہ یہ واقعہ ’’مین سٹریم‘‘ پاکستانی میڈیا نے خبر کے طور پر شائع کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ ذہن کے ایک گوشے سے اس کا ایک تو یہ جواز برآمد ہوا کہ چونکہ موجودہ وزیر اعظم پاکستان اور ان کی کابینہ دنیا بھر کو اسلاموفوبیا پر بھاشن دینے اور ان پر لعن طعن کرنے میں ہمہ روز مصروف رہتے ہیں لہٰذہ ان کے اپنے ملک میں رائج اور روزمرہ کے معمول کے ’اقلیتو فوبیا‘ بالعموم اور ’قادیانو فوبیا‘ یا ’احمدی فوبیا‘ بالخصوص کے ان واقعات کو میڈیا کوریج سے محروم ہی رکھا جائے تو بہتر ہے، ورنہ گیند واپس اپنی ہی کورٹ میں آ موجود ہوگی۔ اور پھر اسے کھیلنا کسی مائی کے لال کھلاڑی کے بس کی بات نہیں ہوگی۔ حالانکہ اس ملک کی آنکھ میں پڑا یہ مہا شہتیر گزشتہ ستر برسوں سے چاردانگ عالم میں دکھائی دیتا چلا آرہا ہے۔

اس ذہنِ نارسا میں دوسری وجہ اس اخباری بلیک آؤٹ کی یہ سامنے آئی کہ ’مسلمانوں‘ کے قبرستان میں (خواہ وہ ان کا مقبوضہ قبرستان ہو، مفروضہ ہو یا مخصوصہ)، صرف احمدی ہی نہیں بلکہ اور بھی بہت سی اقسام کی میتیں ہیں، جن کی تدفین ان مسلمانوں کے قبرستان میں نہیں ہوسکتی۔ احمدیوں کا تو خیر سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ یہ تو ایک معمول کی ’نارمل‘ اور متوقع سی بات ہے، جس میں کسی قسم کی ’خبر‘ والی بات بنتی ہی نہیں۔ بات تو وہی ’خبر‘ بنتی ہے جو روزمرہ کے معمول سے ہٹ کر ہو، نئی ہو، چونکا دینے والی ہو یا عمومی طور پر ناقابل قبول ہو۔

کون کون ہے جو ’’مسلمانوں‘‘ کے قبرستان میں دفن نہیں ہوسکتا، یہ فہرست کافی طویل ہے لیکن نمونہ مشت از خروارے کے طور پر چند مصدقہ خبریں اور فتوے قارئین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں، (نقلِ کفر، کفر نباشد) جن سے اندازہ ہو سکے گا کہ اس فہرست میں کون کون شامل ہے۔

تبلیغی جماعت سے وابستہ نعش کو بریلوی قبرستان میں دفنانے سے روک دیا گیا یہ افسوسناک خبر بھارت کے آن لائن اخبار ’مغربی ہندوستان‘ کی اردو نیوز 18 کی اشاعت 15 جنوری 2017 میں 10 عدد تصاویر کے ثبوت کے ساتھ شائع ہوئی:۔

’’چتوڑ گڑھ میں انسانیت شرمسار، تبلیغی جماعت سے وابستہ بتا کر لاش کو قبرستان میں دفنانے سے روک دیا گیا‘‘۔ تفصیلات کے مطابق ’’چتوڑ گڑھ‘‘ میں آج انسانیت کو شرمندہ کرنے والا ایک واقع پیش آیا۔ ایک لاش کی تدفین کو لے کر دو مسلک کے لوگ آپس میں الجھ گئے، جس کی وجہ سے میت کو اپنے ہی شہر میں دو گز زمین بھی نصیب نہ ہوسکی۔ یہی نہیں مسلکی تنازع اتنا بڑھ گیا کہ پولیس کو بلانا پڑ گیا، پھر بھی تدفین نہیں ہوسکی اور مجبوراً اہل خانہ کو 100 کلومیٹر دور لے کر تدفین کرنی پڑی۔

اس معاملہ میں نہ صرف انسانیت کا گلا گھونٹا گیا، بلکہ وقف ایکٹ کے تحت اس قانون کی بھی دھجیاں اڑادی گئیں، جو کسی بھی قبرستان میں کسی بھی مسلک کے لوگوں کو دفن کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ اطلاعات کے مطابق مرحوم احمد حسین کئی برسوں سے چتوڑ گڑھ میں ہی رہ رہا تھا، جس کا بیماری میں علاج کے دوران اودے پور میں انتقال ہوگیا۔ مرحوم کے اہل خانہ لواحقین بوندی روڈ واقع قبرستان میں اس کو دفن کے لئے لے گئے، تو قبر کھودنے کے بعد بریلوی مسلک کے لوگوں نے یہ کہتے ہوئے تدفین کرنے سے روک دیا کہ احمد حسین تبلیغی جماعت سے وابستہ تھا۔

تدفین سے روکے جانے پر مرحوم کے اہل خانہ اور بریلوی مسلک کے لوگوں کے درمیان صبح سے شام تک تنازع چلتا رہا۔ جہاں مرحوم کے لواحقین اسے اس قبرستان

میں دفن کرنے پر بضد تھے، وہیں دوسرے لوگ اس کی اجازت دینے کو تیار نہیں تھے۔معاملہ کو کشیدہ ہوتے ہوئے دیکھ کر پولیس نے لاش کو 100 کلو میٹر دور لے جا کر شام میں سپرد خاک کر دیا۔

w/ nation/ photogallery/ urdu.news18.com//:https
209026.html- deobandi- breillwi- jamat- tabligi- rajsthan- india- est

بریلویوں کو''مسلمانوں'' کے قبرستان میں نہیں دفنایا جاسکتا

مذکورہ بالا واقعہ سے اس کے علاوہ اور کوئی نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا کہ چتوڑ گڑھ (بھارت) میں بریلوی مسلک کے مسلمانوں نے تبلیغی جماعت سے تعلق رکھنے والے متوفی مسلمان کو'مسلمان'تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔اوران کے عقیدے کے مطابق کوئی غیر مسلم،مرتد،ضال یا کافر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں ہو سکتا۔اس کے بارہ میں باقاعدہ فتاویٰ موجود ہیں۔

واضح رہے کہ تبلیغی جماعت دیوبندی مسلک سے جڑی جماعت ہے جسکے بارہ میں اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب آف بریلی نے اپنے ایک مفصل فتویٰ میں فرمادیا ہے کہ یہ لوگ''بیمار پڑیں توان کی عیادت حرام۔مرجائیں تو مسلمانوں کا سا انہیں غسل کفن دینا حرام،ان کا جنازہ اٹھانا حرام،ان پر نماز پڑھنا حرام۔ان کو مقابر مسلمین میں دفن کرنا حرام اوران کی قبر پر جانا حرام۔''(فتاویٰ رضویہ جلد 6 صفحہ 90)

جماعت احمدیہ کے معاندین'مسلمانوں'کے قبرستان میں احمدیوں کی مدفین کی ممانعت کا ایک جواز یہ بھی پیش کرتے ہیں چونکہ (معاذاللہ) احمدیوں کی قبر پر عذاب نازل ہوتا ہے تو اگر ان کی قبریں مسلمانوں کے قبرستان میں ہوں تو ہم وہاں داخل ہوتے وقت''السلام علیکم یا اھل القبور''کی مسنونہ دعا نہیں پڑھ سکتے۔لیکن بریلویوں کی قبروں کے بارہ میں کیا خیال ہے جن کے بارہ میں فتویٰ موجود ہے کہ:

''یہ سب تکفریں اور لعنتیں بریلوی اوراس کے اتباع کی طرف لوٹ کر قبر میں ان کے واسطے اور بوقت خاتمہ ان کے موجب خروج ایمان وازالہ تصدیق وایقان ہونگی کہ ملائکہ حضور علیہ السلام سے کہیں گے کہ انك لا تدری ما احدثوا بعدکہ اور رسول مقبول علیہ السلام دجال بریلوی اوران اتباع کو سحقاً سحقاً مورود وشفاعتِ محمود سے کتوں سے بدتر کر کے دھتکار دیں گے۔''

(رجوم المزنبین علی رؤس الشیاطین المشھور بہ الشہاب رلیٰ المستر ق ا؛ لکاذب صفحہ 111 مؤلفہ مولوی سید حسین احمد صاحب مدنی ناشر کتب خانہ اعزازیہ دیوبند ضلع سہارنپور)

مطلب یہ کہ بریلویوں کو بھی'مسلمانوں'کے قبرستان میں نہیں دفنایا جاسکتا!۔

وہابیوں کو'مسلمانوں'کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جاسکتا

دیوبندیوں کا ذکر تبلیغیوں کے ساتھ سطور بالا میں ہو چکا کہ وہ''مسلمانوں'' کے قبرستان میں دفن نہیں ہوسکتے۔ان کے علاوہ وہابیہ مسلک کے حامل افراد کے بارہ میں بھی یہی فتویٰ موجود ہے۔

''وہابیہ دیوبندیہ۔۔۔مریں تو گاڑنے تو پنے میں شرکت نہ کریں۔مسلمانوں کے قبرستان میں جگہ نہ دیں''۔

(محمد ابراہیم بھاگلپوری باہتمام شیخ شوکت حسین مینیجر کے حسن برقی پریس اشیاق منزل 63 ہیوٹ روڈ لکھنؤ میں چھپا)۔

غلام احمد پرویز اوران کے متبعین'مسلمانوں'کے قبرستان میں دفن نہیں ہوسکتے

فتویٰ ہے کہ:''غلام احمد پرویز شریعت محمدیہ کی رو سے کافر ہے اوردائرہ اسلام سے خارج۔۔۔نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی نہ مسلمانوں کے قبرستان میں اس کا دفن کرنا جائز ہوگا۔اور یہ حکم صرف پرویز ہی کا نہیں بلکہ ہر کافر کا ہے اور ہر وہ شخص جو اس کے متبعین میں ان عقائد کفریہ کے ہمنوا ہو اس کا بھی یہی حکم ہے''۔

(ولی حسن ٹونکی غفاللہ مفتی ومدرس عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی ومحمد یوسف بنوری شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ ٹاؤن کراچی)۔

شیعہ کو''مسلمانوں''کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں

شیعہ مسلک کے حامل افراد کی مدفین کے بارہ میں بھی واضح فتویٰ موجود ہے:

''کسی غیر مسلم مردے کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں ہے اور یہ مسئلہ تمام اُمتِ مسلمہ کا متفق علیہ اور مُسلَّمہ مسئلہ ہے، جس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے،لہٰذا اگر کوئی شیعہ قرآنِ مجید میں تحریف،حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خدا ہونے،یا جبرئیلِ امین سے وحی پہنچانے میں غلطی کا عقیدہ رکھتا ہو،یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرتا ہو یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتا ہو،یا بارہ اماموں کی امامت من جانب اللہ مان کر ان کو معصوم مانتا ہو،تو ایسا شیعہ اسلام کے بنیادی عقائد کی مخالفت کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہوگا، لہٰذا ایسے شیعہ کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں ہے''۔

fatwa/ alikhlas/ d/ darulifta.info//:https

داؤدی بوہرہ فرد مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں ہوسکتا

فتویٰ دیا گیا کہ:''بوہرہ فرقہ آغا خانیوں کی طرح فرقہ اسماعیلیہ کی ایک شاخ ہے اور اسماعیلی فرقہ اپنے کفریہ عقائد کی بناء پر تمام علمائے اسلام کے نزدیک کافر و مرتد ہے،آپ کے مسائل اوران کے حل میں ہے:ان دونوں فرقوں کا حکم قادیانیوں کی طرح ہے،بس اتنا فرق ہے قادیانی لوگوں کو مرتد کرتے ہیں اور بوہرہ اپنے مذہب

کی دعوت نہیں دیتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ بوہرہ فرقہ کافر و مرتد ہے،اس لیے اس فرقہ سے تعلق رکھنے والے کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا صحیح نہیں ہے''۔

واضح رہے کہ اس تحریر میں بطور نمونہ ان فتاویٰ کو پیش کیا گیا ہے جن میں دفن و مدفین اور''مسلمانوں کے قبرستان'' کا واضح اور خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ ورنہ فتاویٰ کفر تو اتنے بے شمار ہیں کہ ان کے لئے ایک ضخیم کتاب بھی نا کافی ہوگی۔

غریب اور بے وطن مسلمان بھی''مسلمانوں'' کے قبرستان میں دفن نہیں ہوسکتا

حیدرآباد (بھارت) میں پیش آئے ایک دل سوز واقعہ میں شہر کے مضافات میں واقع علاقہ حیدر شاہ کوٹ گندم گوڈا میں دل کا دورہ پڑھنے سے مرنے والے غریب مسلمان کو اطراف کے چھ قبرستانوں میں دفنانے کی اجازت دینے سے انکار کیا گیا۔ مرحوم محمد خواجہ میاں کا تعلق تلنگانہ کے ضلع گدوال سے تھا۔ وہ دس سال سے گندم گوڈہ میں مقیم تھے جمعہ کے دن خواجہ میاں کا اچانک دل کا دورہ پڑنے سے انتقال ہوگیا۔ جس جگہ ان کا گھر ہے اس کالونی کے بالکل قریب ایک درگاہ اور اس سے متصل مسجد اور ایک چھوٹا قبرستان ہے۔

مقامی مسلم عوام کی نمائندگی پر انتظامیہ نے درگاہ اور مسجد کے احاطہ کے بازو قبرستان کے لیے زمین الاٹ کی تھی۔ مقامی مسلمانوں نے کہا کہ اس کا نوٹیفکشن کا بھی اجراء ہو چکا۔ جب مرحوم کے فرزند محمد پاشا نے اپنے والد کو دفنانے کے لیے وہاں قبر کھودنے کا آغاز کیا تو مقامی ریوینیو افسر نے اُنہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ اس کے بعد خواجہ میاں نے درگاہ کے حاطہ میں موجود پرانے قبرستان میں ان کے والد کو دفنانے کے لیے کمیٹی سے درخواست کی لیکن انہیں یہ کہا گیا کہ وہ یہاں کے مقامی نہیں ہیں اسلئے انہیں اسکی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ کمیٹی نے محمد پاشا کے فرزند کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے والد کو اپنے وطن لے جا کر دفنانے کا انتظام کریں۔ یہ جواب سن کر افسردہ محمد پاشا نے اس علاقہ کے اطراف و اکناف موجود مسلم قبرستانوں کے انتظامی کمیٹیوں سے اجازت طلب کی۔ چھ مسلم قبرستانوں میں مدفین کی اجازت نہ ملنے پر مرحوم کو ہندو قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔

https://urdu.news18.com/news/nation/south-india-hyderabad-a-muslim-man-was-buried-in-a-hindu-cemetery-ane-smm-304541.html

وانا آپریشن میں شہید ہونے والے پاک فوج کے جوان کی مسنون تجہیز و تدفین نہیں ہوسکتی۔ (۵۰۰ علماء کا متفقہ فتویٰ)

وانا آپریشن کے بارے میں لال مسجد کے فتویٰ پر پاکستان کے علماء کا اتفاق

فتویٰ جاری کیا گیا کہ:''وانا میں مسلمانوں کے خلاف حکومتی کاروائی چونکہ شریعت کے خلاف ہے اس لئے فوج کیلئے اس کاروائی میں شریک ہونا جائز نہیں۔ لہٰذا مسلمان فوجیوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف اس قسم کی کسی بھی کاروائی میں شریک ہونے سے انکار کردیں ورنہ وہ بھی اس جرم میں برابر کے شریک ہوں گے۔

مذکورہ صورت میں حاکمِ وقت یا کمانڈر کے خلافِ شرع حکم پر عمل کرتے ہوئے جو فوجی اس کاروائی میں شریک ہوگا تو وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوگا اور اگر اس کی موت واقع ہوجائے تو وہ ہرگز شہید نہیں کہلائے گا۔ جہاں تک ایسے لوگوں کی موت واقع ہونے کی صورت میں نمازِ جنازہ پڑھانے اور اس میں لوگوں کے شریک ہونے کا تعلق ہے تو ایک مسلمان کی غیرت، حمیت اور دینی جذبے کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی نمازِ جنازہ میں بھی کوئی شریک نہ ہو اور نہ ان کی نمازِ جنازہ پڑھانے کیلئے کوئی آگے ہو''۔

https://www.facebook.com/1072447206/posts/648892193057327921 20/

اناللہ و انا الیہ راجعون

جب نماز جنازہ پڑھیں گے، نہ ہی پڑھائیں گے تو ظاہر ہے کہ پھر''مسلمانوں'' کے قبرستان میں مدفین بھی نہیں ہونے دیں گے۔ جیسا کہ لال مسجد کے خطیب مولانا عبدالعزیز نے 2004ء میں بیانگ بلند کہا تھا کہ فاٹا میں شہید ہونے والے فوجی جوانوں کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں اور نہ انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جاسکتا ہے''۔

https://jang.com.pk/news/17922

قارئین کرام! کوئی ہے جو پوچھے کہ اگر''مسلمانوں کے قبرستان'' میں نہ شیعہ دفن ہوسکتا ہے نہ سنی، دیوبندی دفن ہوسکتا ہے نہ بریلوی، مقلد دفن ہوسکتا ہے نہ غیر مقلد، اہلحدیث دفن ہو سکتا ہے، نہ اہل قرآن، وہابی دفن ہوسکتا ہے نہ احمدی، غریب دفن ہوسکتا ہے نہ بے وطن، سرسید اور ابوالاعلیٰ مودودی دفن ہو

سکتے ہیں نہ غلام احمد پرویز، قائداعظم دفن ہوسکتے ہیں نہ علامہ اقبال، حتیٰ کہ پاک فوج کا شہید تک دفن نہیں ہوسکتا تو پھر ''مسلمانوں'' کے قبرستان میں آخرکون دفن ہوسکتا ہے؟۔کم از کم شہداءکو تو اپنے ان فتاویٰ سے محفوظ رکھیں۔لیکن یہ تو تب ہے جب آپ ان کو''شہید'' سمجھیں۔ یہاں تو یہ صورتحال ہے کہ ''مسلمان'' تو کیا آپ تو ''شہید'' کی تعریف تک تبدیل کرنے سے باز نہیں آئے۔

مولانا فضل الرحمٰن کا ایک تاریخی بیان اوراثر چوہان صاحب کا سوال

محترمہ شمائلہ جعفری صاحبہ بی بی سی اردو میں بعنوان''شہادت کا سرٹیفیکیٹ''،لکھتی ہیں:۔

مولانا (فضل الرحمٰن صاحب) نے پارلیمنٹ ہاؤس کے باہر صحافیوں کو بتایا کہ امریکہ جس کو قتل کرے گا اگر وہ کتا بھی ہوگا تو میں اسے شہید کہوں گا۔'

۔۔پروفیسر ڈاکٹر مہدی حسن کہتے ہیں کہ شہید کی اس نئی تعریف کے مطابق (جو مولانا فضل الرحمان نے بیان کی) تو'ہیروشیما ناگاساکی میں جو لوگ مارے گئے وہ بھی شہید ہیں، ویتنام کی جنگ کے دوران جو ہزاروں کمیونسٹ مارے گئے وہ بھی شہید ہیں اور دوسری جنگ عظیم میں مارے جانے والے نازی بھی شہید ہیں۔'

https://www.bbc.com/urdu/pakistan/2013/11/131106_shaheed_controversy_aw

اس حوالہ سے معروف کالم نگار اثر چوہان صاحب نے پوچھا تھا کہ:

مولانا فضل الرحمٰن کی طرف سے یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ کیا امریکی حملے سے ''شہید'' ہونے والے کُتے کی نمازِ جنازہ اور باقاعدہ تجہیز وتکفین بھی ہوگی؟''۔

https://www.urduweb.org/mehfil/threads/69057

قارئین کرام! راقم کوئی ''مفتی'' ہے نہ عالم لیکن بقائمی ہوش وحواس بقلم خود اور بحقِ خود یہ ''فتویٰ'' جاری کرنے کی جرآت ضرور کرے گا کہ ''مسلمانوں'' کے قبرستان میں کوئی بھی کتا دفن نہیں ہوسکتا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

''اُلجھاؤ''

(کلام: امۃ الباری ناصر صاحبہ)

اس کی محفل میں جو اپنی یہ غزل گاؤں گی
ذہن دن بھر کی اداکاری سے تھک جاتا ہے
اب تو خود پر بھی بھروسا نہیں رہتا ہے مجھے
فائدہ کیا کبھی پچھتاؤ ازالہ چاہو
دل کی حرمت بھی ہے لازم کہ ہے اک حصۂ جسم
تا بہ کے جاری رہے گا یونہی رقصِ بسمل
میرے اشعار میں سوزاں ہے مرا خونِ جگر

آنکھیں گیلی نہ ہوں کیسے انہیں سمجھاؤں گی
اتنے الجھاؤ میں کیسے میں نبھا پاؤں گی
غم کے سیلاب میں اب کیسے سنبھل پاؤں گی
عمرِ رفتہ کو دوبارہ نہ بلا پاؤں گی
کرچیاں چن کے بڑے پیار سے دفناؤں گی
آنچ پر موم کی مانند پگھل جاؤں گی
تم انہیں غور سے پڑھنا میں نظر آؤں گی

بیچارے عوام جانتے ہیں لیکن یقین نہیں کرتے!

(کالم نگار: سید سردار احمد پیرزادہ)

ہم بیچارے عوام بہت ہی سادہ ہیں اور ہر مرتبہ ایک ہی سوراخ سے ڈسے جاتے ہیں۔ وہ ایسے کہ اگر حکومت وقت نااہل ثابت ہو اور عوام کی نظروں میں ناپسندیدہ ہو جائے تو اس مصیبت سے نجات کے لیے اپوزیشن سے توقعات لگالی جاتی ہیں۔ عوام کا حافظہ کمزور ہوتا ہے اس لیے انہیں یاد نہیں رہتا کہ چوہے بلی کا یہ کھیل گزشتہ 73 برس سے ایک ہی سکرپٹ کے تحت ایک ہی طرح کھیلا جارہا ہے۔ حقیقت میں یہ چوہے بلی کی اصلی بھاگ دوڑ نہیں بلکہ ٹام اینڈ جیری کا کھیل ہے۔ اس کھیل میں حکومت، اپوزیشن اور عوام تینوں میں سے کوئی بھی کھیل کا منیجر نہیں ہے اور یہ بھی کہ ان تینوں فریقوں میں سے کوئی بھی اِس کھیل کے قواعد وضوابط بناتا ہے اور نہ ہی ان میں کوئی ترمیم لاسکتا ہے۔ البتہ حکومت، اپوزیشن اور عوام کے درمیان ایک فرق یہ ہے کہ حکومت اور اپوزیشن جانتے ہیں اور یقین بھی کرتے ہیں کہ وہ اس کھیل کے منیجر نہیں ہیں جبکہ عوام بھی جانتے ہیں کہ وہ اِس کھیل کے منیجر نہیں ہیں لیکن یقین نہیں کرتے۔ اسی لیے ایسے عوام کو سادہ اور بیچارے عوام لکھنا پڑتا ہے۔ اِس مرتبہ بھی اس پرانے کھیل کے نئے سیزن میں دکھائی جانے والی تازہ قسطوں میں بھی بالکل پہلے کی طرح ہی چل رہا ہے اور بیچارے عوام مبینہ نااہل اور ناپسندیدہ حکومت سے نجات کے لیے اپوزیشن سے ہی توقعات لگائے بیٹھے ہیں۔ اگر یقین نہ آئے تو حالیہ بڑی سیاسی خبروں کا ہی جائزہ لے لیتے ہیں۔ جب پی ٹی آئی کے پیٹ کے اندر جہانگیر ترین گروپ نے اپنی زندگی کی علامتیں ظاہر کیں اور کچھ ہاتھ پیر چلائے تو پی ٹی آئی کے اس بڑھے ہوئے پیٹ کو دیکھ کر سیاسی دائیوں کے درمیان کھسر پھسر شروع ہوگئی۔ سیاسی دائیوں کی سب سے پہلی اور اہم ڈیوٹی یہ ہوتی ہے کہ وہ حکومت کے کسی بھی منفی واقعے کو بڑھا چڑھا کر بیان کریں اور عوام کے حکومت مخالف جذبات پر تیل ڈالیں۔ اس طرح وہ سیاسی دائیاں جو بے کاری کے باعث سرکاری وظیفے پر محض زندہ ہوتی ہیں، عوام کے ایکسپلائٹ ہونے سے اُن کا رزق وافر ہوجاتا ہے۔ جہانگیر ترین گروپ کی گڈ نیوز اور اپوزیشن کی ڈھولک سے عوام امید سے ہوگئے کہ پی ٹی آئی کی حکومت اب گئی کہ تب گئی۔ عوام جانتے بھی ہیں کہ جہانگیر ترین گروپ کیوں، کیسے، کس لیے وجود میں آیا اور اِسے آگے پیچھے کون کررہا ہے لیکن پھر بھی بیچارے عوام یقین کر بیٹھے کہ عمران خان کی حکومت جاتے ہی ان کے تمام مسائل حل ہونے ہی والے ہیں۔ عوام جانتے ہیں کہ پی ٹی آئی کے اندر جہانگیر ترین کے لیے مخالف حالات پیدا کرنے میں شاہ محمود قریشی کا بڑا ہاتھ ہے لیکن عوام شاید یہ نہیں جانتے کہ شاہ محمود قریشی کا سہارا صرف ملتان کی پیری مریدی والی گدی نہیں ہے بلکہ اُن کی بلندی کی اصل وجہ وہ مضبوط انٹرنیشنل مینار ہے جس پر وہ بیٹھے ہوئے ہیں اور اِس کی مضبوطی کو مقامی سطح پر چیلنج کرنا فی الحال آسان کام نہیں ہے۔ ایک اور حکومت مخالف سیاسی سرگرمی کی مثال لیتے ہیں جس کے معرض وجود میں آتے ہی بیچارے عوام توقعات لگا بیٹھے کہ اب تو ان کی ضرور سنی جائے گی اور چند ہفتوں میں ہی ان کے ابتر حالات کا انتقام پی ٹی آئی حکومت سے لے لیا جائے گا۔ یہ بات پچھلے سال ستمبر اکتوبر کی ہے جب حکومت مخالف اپوزیشن اتحاد پی ڈی ایم قائم ہوا۔ جتنی تیزی اور منظّم طریقے سے یہ اتحاد قائم ہوا تھا اُس کا تجزیہ کرتے ہی پتا کرلینا آسان تھا کہ مختلف نظریات اور مختلف سمتوں کو چلنے والی

سیاسی جماعتیں اتنی جلدی اور اتنے منظّم طریقے سے کیسے ایک پیج پر آ گئیں۔ بیچارے عوام نے سب کچھ جانتے ہوئے بھی پی ڈی ایم کے خلوص پر یقین کرلیا۔ دوسری طرف ایک پیج پر موجود پی ڈی ایم کے شدید باہمی مخالف رہنما جگہ جگہ اکٹھے جلسے جلوس کرنے لگے۔ اِن جلسے جلوسوں کی تقریروں میں دلچسپ اور قابل غور بات یہ تھی کہ پی ڈی ایم کے یہ شدید باہمی مخالف رہنما پی ڈی ایم کے پلیٹ فارم سے اپنے اپنے سیاسی ایجنڈے کو بڑھاوا دے رہے تھے۔ پی ڈی ایم کے یہ شدید باہمی مخالف رہنما اچھی طرح جانتے تھے کہ جس طرح وہ اپنے سیاسی ایجنڈے کے لیے پی ڈی ایم کا پلیٹ فارم استعمال کررہے ہیں اُس سے اِس اتحاد کے قیام کا پی ٹی آئی حکومت سے چھٹکارے والا یک نکاتی ایجنڈہ کمزور پڑ جائے گا لیکن عوام بیچارے نہیں جانتے تھے اور انہوں نے سرد موسم کے دوران منفی ٹمپریچر میں بھی پی ڈی ایم کے جلسوں کو کامیاب کرنے کی کوشش کی۔ پی ڈی ایم بنانے کا آئیڈیا دینے والوں نے پی ڈی ایم کے جھنڈے کو اتنے لمبے ڈنڈے پر چڑھا دیا کہ وہ خلاء میں جا پہنچا جہاں اُس سے عوام دور اور خلائی مخلوق قریب ہوگئی۔ چلئے ایک اور مثال لیتے ہیں۔ شہباز شریف سخت گیر منتظم اور رعب دار ایڈمنسٹریٹر ہیں۔ چیف منسٹری کے دوران منصوبوں پر عمل کروانے کے لیے ان کی آواز اونچی اور گرجدار ہوتی ہے لیکن مبینہ خاندانی منصوبہ بندی کے ایشوز کو حل کرانے کے لیے ان کی آواز آہستہ اور پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ اکثر عوام شہباز شریف کی جیل سے سابقہ اور موجودہ رہائی کے بارے میں یہی کہتے ہیں لیکن پھر بھی بیچارے عوام یقین کر گئے کہ شہباز شریف کی رہائی کے بعد ان کے مسائل حل ہو جائیں گے۔ یہاں ایک لوفر سوال ہے کہ کیا شہباز شریف جیسے مبینہ بیک ڈور تعلقات رکھنے والے خرانٹ سیاست دان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ انہیں ایئر پورٹ پر روک لیا جائے گا؟ کیا ایئر پورٹ پر روکے جانے کا سکرپٹ ان کی مظلومیت کو ابھارنے کے لیے لکھا گیا تھا؟ دوسری طرف سکرپٹ رائٹرز نے حکومت کو بھی خوش کردیا کہ وہ اتنی مضبوط ہے کہ مقبول ترین اپوزیشن لیڈر کو باہر جانے سے روک دے اور وہ اپوزیشن لیڈر اس کاروائی پر عوام کو سڑکوں پر بھی نہ لا سکے۔ وہ شہباز شریف جو عوام کی لوٹی ہوئی رقم ہڑپ کرنے والے مخالف سیاست دانوں کا پیٹ چاک کرکے کھا جانے والی رقم برآمد کرنے کا اعلان کرتے تھے وہی شہباز شریف اب پی ڈی ایم کے شدید باہمی مخالفین کو کھانے کھلا رہے ہیں۔ عوام جانتے ہیں کہ حکومت، اپوزیشن اور عوام سیاست کے اصل پلّر نہیں ہیں لیکن پھر بھی یقین نہیں کرتے۔ اسی لیے بیچارے عوام مبینہ نااہل اور ناپسندیدہ حکومت سے نجات کے لیے اپوزیشن سے توقعات لگا لیتے ہیں۔ ☆☆☆☆

کیا آپ جانتے ہیں؟

آئین پاکستان ہر شہری کو زندگی کے تمام تر حقوق کی ضمانت دیتا ہے۔ ہر شہری کا فرض ہے کہ اگر اس کے حقوق سلب ہوتے ہیں تو کہرام مچائے۔ شور کرے، آئین اور قانون کی عمل داری کا مطالبہ کرے۔ خاموشی کسی مسئلہ کا حل نہیں ہے۔ اگر خواجہ سراؤں، اقلیتوں، عورتوں، بوڑھوں اور بچوں کے ساتھ اس طرح ظلم ہوا ہے تو شور مچانے کی ضرورت تھی۔ یہ خاموشی مرگ کیوں ہے؟ کیا معاشرے کی موت ہو چکی ہے کہ ہم زندہ انسانوں کے قبرستان میں رہ رہے ہیں اگر اس کا جواب نہیں میں ہے تو اس سوال کا جواب ضرور دیا جائے کہ انسانیت سوز مظالم پر بھی خاموشی مرگ کیوں ہے؟

(ارشد سلہری۔ روزنامہ اوصاف ۲۸ جولائی ۲۰۲۰ء)

ہومیو پیتھک نُسخہ جات

برائے جلد۔خارش، اگیزیما، چنبل (5)

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ

جلد، خارش، اگیزیما، VERICOSE VEINS، مسے (5)

جلد کے کینسر میں پائرُوجینم اور سورائینم بہت مفید ہیں۔

چہرے اور ہاتھ پاؤں کے کیل مہاسوں کے لیے۔ کاربوانیمیلس

اگر غدودیں پھول جائیں اور ہونٹوں اور گالوں کا رنگ نیلا ہوجائے۔تو ہومیو پیتھک دوا کاربوانیمیلس مفید ثابت ہوتی ہے۔

چہرے پر جلد جُھریاں پڑ جائیں، جلد کی لچک ختم ہوجائے اور موٹی موٹی لکیریں نمایاں ہوں۔کپسیکم۔اور اگر ہاتھوں، بازوؤں، ٹانگوں اور کمر پر مسے اُگیں تو ہومیو دوا کلکیر یا فلور ۱۶ یکس یا ۳۰ نہایت مفید ثابت ہوتی ہے۔

پاؤں میں چل بلینز Chilblains یعنی انتہائی سردی کے نتیجہ میں پاؤں کے نیچے کا سخت سرخ ہوکر متورم ہوجانا جس کے نتیجہ میں ایسا پنجہ جڑ بھی سکتا ہے۔اس مرض میں زنکم میٹیلیکم ۲۰۰ نہایت مفید ثابت ہوتی ہے۔(کوہ پیماؤں کو بعض دفعہ انتہائی سرد موسم میں برف پر مسلسل چلنے سے یہ تکلیف ہوتی ہے)

اگر ٹانگوں میں وریکوز وینز کی تکلیف ہوتو زنکم میٹیلیکم بھی مفید ثابت ہوسکتی ہے۔VERICOSE VEINS ٹانگوں پر نیلی رگیں اور جالے سے بن جانے کا مرض اگر کسی اور دوا ٹھیک نہ ہوتو فلورک ایسڈ بھی مفید ہے۔اس کے علاوہ آرنیکا، ایسکولس، لیکیسس، سلفیورک ایسڈ اور نائٹرک ایسڈ چوٹی کی دوائیں ہیں۔(مزاجی دوا بہتر کام کرتی ہے)

اگر Vericose veins اُبھرنے کا رجحان ہو اور نیلی رگوں کے جالے بنیں تو کارڈوس میریانس مدر ٹنکچر مفید ہے۔ایک گھونٹ پانی میں دس قطرے کھانے کے دوران روزانہ دو بار لیں۔Varicose Veins کے لئے کاربوویج اور سلفر بھی مفید ادویات ہیں۔Varicose Veins کے لیے روزمرہ کی دوا کے طور پر آرنیکا اور لیکیسس ملاکر ۲۰۰ طاقت میں دینے سے کچھ فائدہ ضرور ہوتا ہے۔خاص طور پر اگر رگوں کے گچھے نیلے ہوکر پھول جائیں، خون جم جائے اور گانٹھیں سی بن جائیں (یہ بیماری عموماً عورتوں کو حمل کے دوران یا بعد میں ٹانگوں اور پاؤں پر حملہ کرتی ہے۔ایسکولس دوا سب سے اچھا علاج ہے)

شہد کی مکھیاں یا بھڑ کاٹنے کی وجہ سے جب جسم میں خطرناک ردِّعمل اور الرجی ظاہر ہو۔کاربالک ایسڈ (ایک دو خوراکیں دینے سے مکمل شفاء ہوجاتی ہے)

گندے خون کے نتیجے میں جو پھوڑے نکلتے ہیں کے لیے پائرُوجینم کے علاوہ کلکیر یا سلف بھی مفید ہے۔

چہرے پر ظاہر ہونے والے خطرناک مرض لیوپس (Lupus) کی بہترین دوا کاربونیم سلف سے مکمل شفاء ہوجاتی ہے۔

زخم آ کر ٹھہر جائیں اور زخموں میں مزمن ہونے کا رجحان ہوتو کلکیر یا آیوڈائیڈ اگر شدت ہوتو کالی آیوڈائیڈ (کلکیر یا آیوڈائیڈ کے بعد سلفر نہیں دینی چاہیے لیکن سلفر آیوڈائیڈ بہترین کام کرتی ہے)

آپریشن کے بعد سلے ہوئے زخموں کے اردگرد جلد سُکڑ جائے، زخموں میں پیپ بنے اور کنارے سخت ہوکر اُبھر آئیں تو کلکیر یا فلور بہت مفید ہے۔(گرمی اور ٹکور سے آرام آتا ہے)

اگر مریض آپریشن کے بعد آپریشن کے صدمہ سے مفلوج ہوجائے اور موت کے قریب پہنچ جائے تو ایسی حالت میں سٹرونشیم کاربونیکم بہت مفید ثابت ہوتی ہے۔حادثات میں شدید زخمی ہوجانے پر اگر جسم اچانک جواب دے جائے تو بھی سٹرونشیم اکسیر ثابت ہوتی ہے۔(فائدہ نہ ہونے کی صورت میں کاربوویج ضرور دینی چاہیے۔وریٹرم البم کو بھی کاربوویج کی طرح موت کے ٹھنڈے پسینے آنے پر استعمال کرکے دیکھنا چاہیے)

آپریشن کے بعد زخموں کو جلد ٹھیک کرنے کے لیے۔ہائپریکم، سمفائٹم اور سٹیفی گیریا ملاکر ۳۰ طاقت میں روزانہ دو تین بار۔

جلد کی حِس ختم ہوجائے اور کسی اور تنی ہوئی ہو۔ کنیبس انڈیکا

اعصابی رگوں کے ساتھ ساتھ جلد پر چھالے اور سوزش پائے جائیں یہ چھالے چہرے پر نمایاں ہوتے ہیں۔اگر آنکھوں کے قریب چہرے کے اعصاب پر ایسے چھالے ہوں تو مریض اندھا بھی ہوسکتا ہے اس کے علاج کے لیے آرسنک ۳۰+لیڈم ۳۰+لاکسس ۳۰ بہت مفید ہیں اور اگر بے چینی نہ ہو تو آرسنک کی جگہ آرنیکا شامل کرنا مفید ہے۔اس طرح کے چھالے کینتھرس میں بھی پائے جاتے ہیں لیکن اس کے چھالوں کا رنگ تیزی سے بدلتا ہے اردگرد کی ساری سیاہی مائل ہوجاتی ہے اور چہرے پر گنگرین کی علامات ظاہر ہونے لگتی ہیں ایسے میں فوراً کینتھرس دینا چاہیے۔

جلد پر خارش ہو،زخموں سے پیپ نکلے،زخم مندمل نہ ہوتے ہوں اور پیلے رنگ کے کھرنڈ بن جاتے ہوں۔ کلکیر یا سلف

ہر قسم کے بیڈسور کے لیئے عموماً ہائی پیریکم اور آرنیکا استعمال ہوتی ہیں۔ دونوں کام نہ کریں تو کیلنڈولا ۲۰۰ ضرور فائدہ دے گی مکمل شفا بھی ہوسکتی ہے۔

دھدری کے لیے یہ نسخہ مفید ہے بیسیلینم ۲۰۰ پہلے تین دن ایک بار روزانہ اور بعد میں ہفتے میں دو بار اور ساتھ ٹیوکوریم ۳۰ اور نیٹرم میور ۳۰ ملا کر دن میں تین بار لینا چاہیے۔

چھائیوں کے لیے کالی بائیکروم ۳۰ دن میں دو بار لینا مفید ہے۔

سردی سے ہاتھ پاؤں پھٹتے ہوں سورائینم ۲۰۰ ہفتہ وار اور پٹرولیم ۳۰ روزانہ دو بار۔

سیمنٹ کے استعمال سے ہاتھ خراب ہو جائیں سلفر ۱۰۰۰ اور رسٹاکس ۱۰۰۰ ہفتہ وار باری باری چند ہفتے۔

جلد پر بڑے بڑے گول دانوں کے لیے تھوجا ۲۰۰ اور برائٹا کارب ۲۰۰ ملا کر ہفتے میں تین بار اور فاسفورس ۳۰ دن میں دو بار لینا مفید ہے۔

اگر جلنے سے چھالے بنیں جو چھوٹے ہوں تو کینتھرس اگر چھالے بڑے ہوں۔ رسٹاکس ۲۰۰ یا بڑی طاقت

اگر آگ نے سارے بدن کو متاثر کر دیا ہو تو رسٹاکس ۱۰۰۰ چند بار دینے سے جلنے کی غیر معمولی تکلیف میں بہت جلد کمی آجاتی ہے۔(گھروں میں کھانا بناتے ہوئے اگر توے یا گرم برتن سے ہاتھ جل جائے تو بھی ۲۰۰ رسٹاکس دینے سے جلن کم یا ختم ہوجاتی ہے)

بچوں کو خشک اگیزیما ہو۔ کلکیر یا سلف

اگر جلد پر خارش شروع ہو جائے تو اپنا کارڈیم ۳۰ سے علاج شروع کریں روزانہ تین بار۔

اگر خارش کرنے پر شہد جیسا مواد نکلے۔ انٹی مومین کروڈ

جلد میں سنسناہٹ ہو جیسے کوئی کیڑا چل رہا ہو(اگر جسم پر کیڑا چلنے کا احساس بڑھ جائے تو سارے بدن پر ہر وقت خارش ہونے لگتی ہے)ایسے مریض کے پسینے میں میٹھی سی بو ہوتی ہے جس کی وجہ سے جسم پر مکھیاں بھنبھناتی ہیں اور بدن پر بہت خارش ہوتی ہے۔ایسے مریض کے جسم پر اگیزیما یا دانوں کی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوتی۔ کیلیڈیم

اگر سر اور چہرے کی جلد پر اگیزیما ہو۔ کلکیر یا آرس

وہ بیماریاں جو سلفر دینے سے جلد پر اُ چھلتی ہیں بسا اوقات نکس وامیکا ان کا توڑ ثابت ہوتی ہے مثلاً بواسیر کے مسوں میں۔اس کے علاوہ کلکیر یا کارب بھی بواسیر کے مسوں میں مفید ہے۔

پاؤں کی اُنگلیوں کے درمیان اکثر چھالے بن جاتے ہوں ایسے چھالوں کے لیے پلمبم کے علاوہ سلفر بھی مفید ہے۔

جلد پر دباؤ ڈالنے سے گڑھا پڑے جو دیر تک رہے۔ بووسٹا

اہم اعلان

پیشوا انٹرنیشنل میں ہومیو پیتھک و دیسی نسخہ جات شائع کرنے کا مقصد خدمت خلق اور قارئین کو علاج بالمثل کے فوائد سے آگاہ کرنا ہے۔کسی بھی ہومیو پیتھک نسخہ یا دیسی ٹوٹکے کو استعمال کرنے سے پہلے کسی مستند ہومیو فزیشن یا حکیم سے مشورہ کرنا ضروری ہے۔بغیر مشورہ کے نسخہ استعمال کرنا نقصان کا باعث بھی ہوسکتا ہے جس کا ادارہ پیشوا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

(چیف ایڈیٹر۔رسالہ پیشوا انٹرنیشنل لندن)

شمائل نبوی ﷺ (آنحضرت ﷺ کی رویاء وکشوف اور پیشگوئیاں)

(تحریر و تحقیق: چوہدری ناز احمد ناصر۔لندن)

گزشتہ شمارہ میں خلافتِ ابوبکرؓ و عمرؓ کے متعلق رسول کریم ﷺ کی رویاء کا ذکر کیا گیا تھا اس مضمون کا مزید حصہ پیش حذمت ہے۔

جھوٹے مدعیانِ نبوت کے متعلق پیشگوئی: حجۃ الوداع کے بعد نبی کریم ﷺ نے دو جھوٹے مدعیان نبوت کے بارہ میں اپنی یہ رؤیاء بیان فرمائی کہ: ”میں سویا ہوا تھا، خواب میں دیکھا کہ زمین کے خزانے مجھے دیئے گئے ہیں۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھوں میں دو سونے کے کنگن دیکھے، میری طبیعت پر یہ بات گراں گذری اور سونے کے یہ کنگن میرے لئے باعث پریشانی ہوئے۔ تب مجھے وحی ہوئی کہ ان کو پھونک ماروں، میں نے پھونک ماری تو وہ اڑ گئے“۔ میں نے اس رؤیاء کی یہ تعبیر کی کہ دو جھوٹے نبوت کے دعویدار ہیں، جن کے درمیان میں میں ہوں، ایک تو صنعاء کا باشندہ (اسود عنسی)، دوسرا یمامہ کا رہنے والا (مسیلمہ کذاب)۔

(بخاری کتاب تعبیر الرؤیا باب النفخ فی المنام: 6515)

یہ رویاء حضور ﷺ کی زندگی میں پوری ہوئی اور ان دونوں مدعیان نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہی نبوت کے دعوے کئے، اسود عنسی آپ ﷺ کی زندگی میں اور مسیلمہ کذاب بعد میں ہلاک ہوا۔

فتح ایران اور سراقہ بن مالک کے بارہ میں پیشگوئی: سفر ہجرت میں سو اُونٹوں کے انعام کے لالچ میں رسول اللہ ﷺ کا تعاقب کرنے والے سراقہ بن مالکؓ کے حق میں بھی رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی بڑی شان سے پوری ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ ہجرت نبوی کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ ”ہمارا تعاقب کرنے والوں میں سے صرف سراقہ بن مالک ہی ہم تک پہنچ سکا، جو اپنے گھوڑے پر سوار تھا، میں نے عرض کیا: ’یا رسول اللہ ﷺ! یہ ہمیں پکڑنے کے لئے آیا ہے‘۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ’اے ابوبکر! غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے‘۔ جب سراقہ ہمارے قریب ہوا تو رسول کریم ﷺ نے دعا کی کہ ’اے اللہ! ہماری طرف سے تُو خود اس کے لئے کافی ہو۔ تب اچانک اس کے گھوڑے کے اگلے دو پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ اس پر سراقہ کہنے لگا: ’مجھے پتہ چل گیا ہے کہ یہ آپ ﷺ کی دعا کا نتیجہ ہے۔ اب آپ ﷺ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے نجات دے۔ خدا کی قسم اپنے پیچھے آنے والوں کو آپؐ کے بارہ میں نہیں بتاؤں گا۔ یہ میرے تیر بطور نشانی لے لیں۔ فلاں جگہ پر جب میرے اونٹ اور بکریوں کے ریوڑ کے پاس سے آپ ﷺ گذریں گے تو اپنی ضرورت کے مطابق جو چیز چاہیں لے لیں‘۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ’مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے اس کے لئے دعا کی اور اس کے گھوڑے کے پاؤں باہر نکل آئے‘ “۔ (مسند احمد، جلد 1 ص 2 مطبوعہ مصر)

سراقہ کی درخواست پر رسول کریم ﷺ نے اسے ایک امان کی تحریر لکھوا کر دی اور جب وہ واپس جانے لگا تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا: ”اے سراقہ! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کسریٰ کے کنگن تجھے پہنائے جائیں گے؟“۔ سراقہ نے کہا: ”کسریٰ بن ہرمز (شہنشاہ ایران)؟“۔ آپؐ نے فرمایا: ”ہاں کسریٰ بن ہرمز کے کنگن“۔

اپنے جانی دشمنوں سے جان بچا کر ہجرت کرنے والے بظاہر ایک کمزور انسان کی اس پیشگوئی کی گہرائی اور عظمت پر غور کریں جس میں سراقہ کو کسریٰ کے کنگن پہنائے جانے سے کہیں بڑھ کر ایران کے فتح ہونے کی پیشگوئی تھی اور کسریٰ کے خزانے مسلمانوں کے قبضہ میں آنے تھے، کس شان سے حضرت عمرؓ کے وقت میں یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔

سراقہ نے فتح مکہ کے بعد جُعرانہ میں اسلام قبول کیا۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں کسریٰ کے کنگن اور تاج وغیرہ حضرت عمرؓ کے دربار میں پیش ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے سراقہ کو بلایا اور فرمایا: ”**ہاتھ آگے کرو**“۔ پھر آپؓ نے اسے سونے کے کنگن پہنا دیئے اور فرمایا: ”**اے سراقہ! کہو کہ تمام تعریفیں اس خدا کی ہیں جس نے ان کنگنوں کو کسریٰ سے چھین کر سراقہ کے ہاتھوں میں پہنا دیا، وہ کسریٰ جو یہ دعویٰ کرتا تھا کہ میں لوگوں کا رب ہوں**“۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 2 ص 45 مطبوعہ بیروت)

اسلامی بحری فتوحات کی پیشگوئی: آپ ﷺ کے ایک اور عظیم الشان کشف کا تعلق اسلامی بحری جنگوں سے ہے۔ مدنی زندگی کے اس دور میں جب بری سفروں اور جنگوں کے پورے سامان بھی مسلمانوں کو میسر نہیں تھے،

نبی کریم ﷺ کو مسلمانوں کی بحری جنگوں اور فتوحات کی خبر دی گئی۔ حضرت ام حرامؓ بنت ملحان بیان کرتی ہیں کہ ”حضور ﷺ ہمارے گھر میں محو استراحت تھے کہ عالم خواب سے اچانک مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔ میں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ: ”میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کئے گئے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے اس سمندر میں اس شان سے سفر کریں گے جیسے بادشاہ تخت پر بیٹھے ہوتے ہیں“۔ اُمّ حرامؓ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: ”یارسول اللہ! آپ (ﷺ) دعا کریں کہ اللہ مجھے بھی ان لوگوں میں سے بنا دے“۔ رسول کریم ﷺ نے یہ دعا کی کہ ”اے اللہ! اسے بھی ان لوگوں میں شامل کر دے“۔ پھر آپ کو اونگھ آ گئی، جب آنکھ کھلی تو آپ ﷺ پھر مسکرا رہے تھے، میں نے مسکرانے کی وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے پہلے کی طرح امت کے ایک اور گروہ کا ذکر کیا جو خدا کی راہ میں جہاد کی خاطر نکلیں گے اور بادشاہوں کی طرح تخت پر بیٹھے سمندری سفر کریں گے۔ ام حرام نے پھر دعا کی درخواست کی کہ وہ اس گروہ میں بھی شامل ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”آپ گروہ اول میں شامل ہوں گی اور گروہ آخرین میں شریک نہیں ہوں گی“۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ پھر حضرت ام حرامؓ فاختہ بنت قرظہ سمندری سفر میں شامل ہوئی اور اسی سفر سے واپسی پر سواری سے گر کر وفات پائی۔

(بخاری کتاب الجهاد باب الدعاء بالجهاد ذو الشهاده للرجات والنساء: 2580)

اس پیشگوئی میں جزیرہ قبرص کے بحری سفر کی طرف اشارہ تھا۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت معاویہؓ، جب وہ شام کے گورنر تھے، پہلے عظیم اسلامی بحری بیڑے کی تیاری کی توفیق ملی۔ اس سے قبل مسلمانوں کو کوئی کشتی تک میسر نہ تھی۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں ہی حضرت معاویہؓ نے اسلامی فوجوں کی بحری کمان سنبھالتے ہوئے جزیرہ قبرص کی طرف بحری سفر اختیار کیا جو اسلامی تاریخ میں پہلا بحری جہاد تھا۔ اس بحری جہاد کے نتیجہ میں قبرص فتح ہوا اور بعد میں ہونے والی بحری فتوحات کی بنیادیں رکھ دی گئیں۔ اس طرح نبی کریم ﷺ کے منہ کی بات پوری ہوئی کہ دین اسلام غالب آئے گا یہاں تک کہ سمندر پار کی دنیاؤں میں بھی اس کا پیغام پہنچے گا اور مسلمانوں کے گھڑسوار اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے سمندروں کو بھی چیر جائیں گے۔

(کنز الاعمال جلد 10 ص212 مطبوعہ ضلب)

یہ پیشگوئی اس شان کے ساتھ جلوہ گر ہوئی کہ اس زمانہ کی زبردست ایرانی اور رومی بحری قوتوں کے مقابل پر حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں مسلمانوں نے اپنی بحری قوت کا لوہا منوایا۔

عبداللہ بن سعدؓ بن ابی سرح کی سرکردگی میں اسلامی بحری بیڑے نے بحیرہ روم کے پانیوں میں اپنی دھاک بٹھا کر اسلامی حکومت کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے۔ چنانچہ فتح قبرص کے بعد کی اسلامی مہمات میں جہاں مسلمان ایک طرف بحیرہ اسود و احمر کے بھی اس پار پہنچے اور بحر ظلمات میں گھوڑے دوڑائے تو دوسری طرف مسلمان فاتحین نے بحیرہ روم کو عبور کر کے جزیرہ صقلیہ اور قسطنطنیہ کو فتح کیا، تیسری طرف طارق بن زیاد، فاتح سپین نے بحیرہ روم کو چیرتے ہوئے بحراوقیانوس کے کنارے ”جبرالٹر“ پر پہنچ کر ہر چہ بادا باد کہہ کر اپنی کشتیوں کو جلا دیا تو چوتھی طرف محمد بن قاسم نے بحیرہ عرب اور بحر ہند کے سینے چیر ڈالے۔ اس طرح مسلمانوں نے جریدہ عالم پر بحری دنیا میں کیا بلحاظ سمندری علوم میں ترقی کی اور کیا بلحاظ جہاز رانی ایسے انمٹ نقوش ثبت کئے جو رہتی دنیا تک یاد رہیں گے۔ نئی بندرگاہیں تعمیر ہوئیں، جہاز سازی کے کارخانے بنے، بحری راستوں کی نشاندہی اور سمندروں کی پیمائش کے اصول وضع ہوئے اور مسلمان، جو پانیوں سے ڈرتے تھے، سمندروں پر حکومت کرنے لگے اور رسول پاک ﷺ کے رویاء و کشوف کمال شان کے ساتھ پورے ہوئے۔

ج۔ تعبیر طلب رویاء کا کسی اور رنگ میں پورا ہونا: بعض رویاء کشوف تعبیر کے مطابق من وعن ظاہر نہیں ہوتے بلکہ الٰہی مشیئت کے مطابق کسی اور رنگ میں ظاہر ہوتی ہیں، جیسے واقعہ صلح حدیبیہ۔ مدنی دور میں جب مسلمان اہل مکہ سے حالت جنگ میں تھے اور ان کے حج اور عمرہ پر پابندی تھی، اس وقت رسول اللہ ﷺ نے رویاء میں اپنے صحابہ کے ساتھ امن وامان سے طواف کرتے دیکھا۔ آپ ﷺ نے ظاہری تعبیر پر عمل کرتے ہوئے چودہ سو صحابہ کی جماعت کے ہمراہ عمرہ کرنے کے لئے روانہ ہوئے مگر گہری اور مخفی الٰہی حکمتوں اور منشاء الٰہی کے تابع آپ ﷺ اس سال عمرہ نہ کر سکے، البتہ صلح حدیبیہ کے مطابق اگلے سال عمرہ کیا۔ صلح حدیبیہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خیبر کی فتح بھی نصیب ہوئی اور مکہ بھی اسی معاہدہ کی برکت سے فتح ہوا۔ اگر یہ تعبیر ظاہری رنگ میں پوری ہو جاتی اور مسلمان اسی سال طواف کر بھی لیتے تو وہ فوائد و برکات حاصل نہ ہوتیں جو اس صلح کے نتیجہ میں عطا ہوئیں، جسے قرآن کریم نے ”فتح مبین“ قرار دیا تھا۔

(بخاری کتاب التفسير سورة الفتح)

ہجرت مدینہ کی رویاء بھی اسی قسم کی تھی، جس کی درست تعبیر بعد میں ہوئی۔

نبی کریم ﷺ کو اپنی ہجرت کی جگہ دکھائی گئی کہ کوئی کھجوروں والی جگہ ہے۔ آپ ﷺ نے اس سے یمامہ یا ہجر کی سرزمین مراد لی مگر بعد میں یہ راز کھلا کہ اس سے یثرب مراد تھا۔ دارالہجرت کے نام میں اخفاء ہونے میں یقیناً گہری حکمت پوشیدہ تھی تا کہ ہجرت کے سفر میں کوئی روک نہ ہو۔ (بخاری کتاب المغازی باب غزوہ احد)

د۔ رُویاء کے پوری ہونے پر اس کی تعبیر کا کھلنا: بعض رویاء ایسی ہوتی ہیں جن کی تعبیر واضح نہیں ہوتی مگر بعد میں رویاء کے پورا ہونے پر سمجھ آتی ہے جس کی ایک حکمت یہ ہوتی ہے کہ اس واقعہ کے ظہور کے بعد رویاء میں مضمر منشاء الٰہی معلوم کر کے انسان کو اطمینان حاصل ہو، جیسے غزوہ اُحد سے قبل نبی کریم ﷺ نے رویاء میں دیکھا کہ ”آپ کچھ گائیوں کو ذبح کر رہے ہیں۔ اسی طرح دیکھا کہ آپ ﷺ اپنی تلوار لہراتے ہیں اور اس کا اگلا حصہ ٹوٹ جاتا ہے“۔ رویاء کے وقت اس کی تعبیر واضح نہ تھی، مگر بعد میں اس کشف کی تعبیر اُحد میں ستر مسلمانوں کی شہادت، خود رسول کریم ﷺ کے زخمی ہونے اور دندان مبارک شہید ہونے کے رنگ میں ظاہر ہو گئی تو یہ بھید کھلا کہ اس رویاء کا کیا مطلب تھا۔

(بخاری کتاب المغازی باب غزوہ الخندق و ھی الاحزاب: 3792)

ر۔ پیشگوئی کا خلیفہ یا اولاد کے حق میں پورا ہونا: بعض رویاء کی تعبیر بعد میں آنے والوں، مثلاً نبیوں کے خلفاء، ان کے ماننے والوں یا انسان کی اولاد کے حق میں ظاہر ہوتی ہیں۔ ایک نہایت اہم اور غیر معمولی شان کا حامل وہ لطیف کشف ہے جس کا نظارہ نبی کریم ﷺ کو غزوہ احزاب کے اس ہولناک ابتلاء میں کروایا گیا جب اہل مدینہ ایک طرف کفار مکہ کے امکانی حملہ سے بچنے کی خاطر شہر کے گرد خندق کھود رہے تھے اور دوسری طرف وہ سخت قحط سالی کا شکار تھے۔ حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ خندق کی کھدائی میں مصروف تھے، مسلسل تین دن سے فاقہ میں تھے، خود آنحضرت ﷺ نے بھوک کی شدت سے پیٹ پر دو پتھر باندھ رکھے تھے۔

(بخاری کتاب الجہاد باب الدعاء بالجہاد والشہادہ للرجال والنساء: 2580)

حضرت براء بن عازبؓ اس واقعہ کی مزید تفصیل بیان کرتے ہیں کہ خندق کی کھدائی کے دوران نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک پتھریلی چٹان کے نہ ٹوٹنے کی شکایت کی گئی۔ آپ ﷺ نے اللہ کا نام لے کر کدال کی پہلی ضرب لگائی تو پتھر شکستہ ہو گیا اور اس کا بڑا حصہ ٹوٹ گیا۔ آپ ﷺ نے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کا نعرہ بلند کیا اور فرمایا کہ ”ملک شام کی کنجیاں میرے حوالے کی گئی ہیں اور خدا کی قسم! میں شام کے سرخ محلات اس جگہ سے دیکھ رہا ہوں“۔ پھر آپ ﷺ نے اللہ کا نام لے کر کدال کی دوسری ضرب لگائی، پتھر کا ایک اور حصہ شکستہ ہو کر ٹوٹا اور رسول کریم ﷺ نے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کا نعرہ بلند کر کے فرمایا: ”مجھے ایران کی چابیاں عطا کی گئی ہیں اور خدا کی قسم! میں مدائن کے سفید محلات اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہا ہوں“۔ پھر آپ ﷺ نے اللہ کا نام لے کر تیسری ضرب لگائی اور باقی پتھر بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ آپ ﷺ نے تیسری بار اَللّٰہُ اَکْبَر کا نعرہ بلند کر کے فرمایا: ”یمن کی چابیاں میرے سپرد کی گئی ہیں اور خدا کی قسم! میں صنعاء کے محلات کا نظارہ اس جگہ سے کر رہا ہوں“۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 4 ص303 دار الفکر بیروت)

یہ عظیم الشان رُوحانی کشف آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کے زبردست ایمان و یقین پر بھی دلالت کرتا ہے۔ ایک طرف فاقہ کشی کے اس عالم میں جب دشمن کے حملے کے خطرے سے جان کے لالے پڑے ہوئے تھے، خود حفاظتی کے لئے خندق کھودنے کی دفاعی تدبیروں میں مصروف تھے، لیکن الٰہی وعدوں پر کیسا پختہ ایمان تھا کہ اپنے دور کی دو عظیم اور طاقتور سلطنتوں کی فتح کی خبر کمزور نہتے مسلمانوں کو دے رہے تھے اور وہ بھی اس یقین پر قائم نعرہ ہائے تکبیر بلند کر رہے تھے، کہ بظاہر یہ انہونی باتیں ایک دن پوری ہو کر رہیں گی۔ خدا کی شان دیکھو کہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت سے ان فتوحات کا آغاز ہو جاتا ہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ اسلامی فوجوں کے ساتھ شام کو فتح کرتے ہیں اور حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ان فتوحات کی تکمیل ہو جاتی ہے اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی سرکردگی میں مسلمان ایران کو فتح کرتے ہیں اور صرف چند سال کے مختصر عرصہ میں دنیا کی دو بڑی سلطنتیں روم اور ایران ان فاقہ کش مگر یقین محکم رکھنے والے مسلمانوں کے زیر نگین ہو جاتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی رؤیاء، کشوف اور پیشگوئیاں مختلف رنگوں میں الٰہی منشاء اور حکمت کے مطابق بہر حال پوری ہوئیں جو آج ہمارے لئے ازدیاد ایمان کا موجب بن کر ہمیں یقین دلاتی ہیں کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے وہ وعدے بھی ضرور پورے ہوں گے جو ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ ہم سے کئے گئے تھے۔ چنانچہ آخری زمانہ کے بعض خوش قسمت گروہوں کا ذکر کرتے ہوئے رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ: ”میری امت کے دو گروہوں کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے محفوظ فرمایا ہے، ایک وہ جو ہندوستان سے جہاد کرے گی اور دوسری وہ جماعت جو عیسیٰ بن مریم کے ساتھ ہوگی“۔ (نسائی کتاب الجہاد باب غزوۃ الھند) باقی آئندہ شمارہ میں

آوارگانِ دشتِ خار (قسط 24)

جہاں عصرِ حاضر کے مسلمانوں کی حالتِ زار دیکھ کر ہراُس مسلمان کا دِل خُون کے آنسو رو رہا ہے جس کے بدن میں اللہ اور اُس کے رسول کی محبت خُون کی طرح دوڑ رہی ہے وہاں علماءِ سُوء جو اُمّت مسلمہ کو اِس نہایت دردناک صورت حال سے دوچار کرنے والے ہیں نہایت ڈھٹائی اور بے شرمی کے ساتھ اصلاحِ اُمّت کے نام پر فرقہ بازی اور تکفیر بازی کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں، اللہ اور رسول ﷺ کے نام پر خُون کی ہولی کھیل رہے ہیں۔ اِن اسلام کے جھوٹے ٹھیکیداروں کی بے لگام تحریروں اور تقریروں نے جہاں کلمہ طیّبہ پڑھنے والوں کو کُفر کی بھٹی میں جھونک دیا ہے وہیں ایک دوسرے کے خُون کے پیاسے بھی بنا دیا ہے۔ کل تک یہ فرقہ بازی کے مقابلے مولانا لوگ اپنی اپنی مسجدوں میں کیا کرتے تھے یا موٹی موٹی کتابیں تحریر کی جاتی تھیں جو کُفر کے فتووں، بُرے الفاظ اور اخلاقی گراوٹ کا شاہکار ہوتی تھیں۔ اب یہ کارِ گناہ اسلام کے نام پر بنائے جانے والے ٹی وی چینلز پر بھی ہو رہا ہے۔ آوارگانِ دشتِ خار میں ذکر ہوگا ان نام نہاد مولویوں کا جو اُمتِ مسلمہ کو گُھن کی طرح کھا رہے ہیں۔ جو جُبے اور دستار میں ملبوس عالموں کے بھیس میں عامتہ الناس کو گُمراہ کر رہے ہیں کبھی فرقوں کے نام پر، کبھی عقیدوں کے نام پر اور کبھی سیاست کے نام پر۔ اور آوارگانِ دشتِ خار میں ذکر ہوگا اُن مذہبی جنونیوں کا جو اپنی پسند کا اسلام نافذ کرنا چاہتے ہیں تاکہ انسانوں کی گردنیں مذہب کے نام پر کاٹی جا سکیں۔ آوارگانِ دشتِ خار لکھنے کا مقصد اُن عوامل اور مذہبی جنونیوں کے چہرے سے نقاب اُٹھانا ہے جنکی تفسیروں اور تقریروں نے اُمّتِ مسلمہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور جن کی تفرقہ بازیوں نے کلمہ گو مسلمانوں کی اخوت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ آوارگانِ دشتِ خار میں ذکر ہوگا اُن نام نہاد علماء کا، پیروں کا اور اُن نام کے مسلمانوں کا جو بددیانتی اور ناانصافی کرتے ہیں اور دم بھرتے ہیں اسلام کا۔ آوارگانِ دشتِ خار لکھنے کا مقصد قطعاً کسی کا دل دکھانا مقصود نہیں ہے، صرف اور صرف اصلاح احوال کے لیے کوشش کرنا ہے۔

بدکار مفتی گرفتار

لاہور (ڈیلی پاکستان) اپنے شاگرد کے ساتھ بدفعلی کی ویڈیو سامنے آنے کے بعد سے معروف عالمِ دین مفتی عزیز الرحمان کو کڑی تنقید کا سامنا ہے، انہوں نے اس ویڈیو کے بارے میں وضاحت بھی کی تاہم اب ان کی مزید شرمناک ویڈیوز بھی سامنے آ گئی ہیں۔

مفتی عزیز الرحمان کی لواطت پر مبنی مزید ویڈیوز بھی مدرسہ کے دارالافتاء میں بنائی گئی ہیں۔ ایک ویڈیو میں مفتی عزیز الرحمان اخبارات کے مطالعے کے ساتھ بدفعلی کرتے پائے گئے ہیں جب کہ دوسری ویڈیو میں انہیں دینی کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے دیکھا جا سکتا ہے۔

ویڈیو بنانے والے طالب علم (متاثرہ) نے ایک ویڈیو اس طریقے سے ریکارڈ کی ہے کہ دارالافتا کے دروازے پر لگی مفتی عزیز الرحمان کے نام کی تختی بھی واضح طور پر دیکھی جا سکتی ہے۔

خیال رہے کہ مفتی عزیز الرحمان کی گزشتہ روز جو ویڈیو وائرل ہوئی تھی اس کے بارے میں انہوں نے وضاحتی بیان جاری کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ ویڈیو انہیں نشہ دے کر ریکارڈ کی گئی ہے۔ اب ان کی مزید شرمناک ویڈیوز بھی سامنے آ چکی ہیں تو اب دیکھنا یہ ہوگا کہ وہ کس طریقے سے ان کی وضاحت پیش کریں گے۔

لاہور سے تعلق رکھنے والے بزرگ عالمِ دین مذہبی و سیاسی رہنما کی اپنے طالب علم کے ساتھ بدفعلی کی ویڈیو وائرل ہونے کے بعد مدرسہ انتظامیہ نے ان کے خلاف ایکشن لیتے ہوئے انہیں مدرسہ سے نکال دیا ہے۔

ویڈیو وائرل ہونے کے بعد مدرسہ انتظامیہ کا ایک خط سامنے آیا ہے جس پر 3 جون 2021 کی تاریخ درج ہے۔ اس خط میں بدفعلی کی ویڈیو اور اہلِ محلّہ کے احتجاج کا ذکر کرتے ہوئے بزرگ عالمِ دین کو مدرسہ سے نکالنے اور ان کے قول و فعل سے برات کا اعلان کیا گیا ہے۔

یہاں یہ بھی واضح رہے کہ مدرسہ انتظامیہ نے ملزم کے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہیں کی بلکہ انہیں اپنا سامان اٹھا کر مدرسہ سے نکل جانے کا حکم دیا ہے۔

(روزنامہ پاکستان ۱۶ جون ۲۰۲۱ء)

تازہ ترین اطلاعات کے مطابق روپوش مفتی کو میانوالی سے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ گرفتاری کے بعد اس نے اپنے جرائم کا اقرار کر لیا ہے۔ اس نے تسلیم کر لیا ہے کہ اس نے متعدد بچوں کو اپنی جنسی ہوس کا نشانہ بنایا ہے۔ اس کے دو بیٹے بھی طالب علم کو قتل کرنے کی دھمکیاں دینے کے الزام میں گرفتار کر لیئے

گئے ہیں۔بدکار مفتی کی حمایت اور گستاخانہ کلمات ادا کرنے والے مفتی اسماعیل طورو گرفتار کرلیا گیا۔میڈیا رپورٹس میں بتایا گیا ہے کہ ترجمان راولپنڈی پولیس کے مطابق تھانہ رتہ امرال میں محمد اسماعیل طورو کے خلاف دفعہ 298اے کے تحت مقدمہ درج کرکے گرفتار کرلیا گیا ہے۔

بدکار امام مدرسہ گرفتار

مدرسے میں زیرِ تعلیم ایک اور طالبعلم کے ساتھ جنسی زیادتی کا واقعہ پیش آیا ہے۔تھانہ۔تھانہ احمد والا ضلع چنیوٹ کی حدود میں پیش آنے والے واقعہ میں امام مدرسہ نے مدرسہ جامعہ امام العصر اڈہ شیخن میں زیرِ تعلیم 14 سالہ لڑکے حسنین کا ریپ کیا ہے۔اسے کمرے میں بہلا پھسلا کر لے جایا گیا اور جنسی زیادتی کی گئی۔جس کی ویڈیو وائرل ہوگئی ہے۔

بچے کے شور مچانے پر وہ بھائیوں کے ساتھ پہنچے تو انہوں نے مذکورہ منظر دیکھا۔ویڈیو وائرل ہونے پر مقدمہ درج کروادیا گیا۔ (نیادور جون 2021.22)

بدکار امام مسجد کو گرفتار

ایبٹ آباد میں معصوم بچے کو جنسی زیادتی کا نشانہ بنانے والے امام مسجد کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔تفصیلات کے مطابق ایس ایچ او تھانہ ڈونگا گلی نے کارروائی کرتے ہوئے بچے کو جنسی زیادتی کا نشانہ بناتے ہوئے امام مسجد کو گرفتار کرکے اس کے خلاف تفتیش کا آغاز کردیا ہے۔میڈیا ذرائع کے مطابق نتھیا گلی کے رہائشی شکیل ولد عبدالرشید نے اپنے بیٹے کے ہمراہ بیٹے کی ہی مدعیت میں ایف آئی آر درج کروائی جس میں بتایا گیا کہ میں گذشتہ چھ ماہ سے جامعہ مسجد نتھیا گلی میں حفظ کررہا ہوں،ایک دن رات کو میں اپنے کمرے میں دیگر ساتھیوں کے ہمراہ سویا ہوا تھا کہ جامعہ مسجد کا امام قاری شوکت ہمارے پاس آئے اور مجھے سویا ہوا اُٹھا کر اپنے ساتھ کمرے میں لے گیا۔

بچے نے اپنے بیان میں کہا کہ اپنے کمرے میں لے جاکر قاری شوکت نے مجھ سے زبردستی جنسی زیادتی کی اور مجھے دھمکاتے ہوئے کہا کہ اگر اس حوالے سے کسی کو بتایا تو میں تمہیں جان سے ماردوں گا۔اس دروان میں دوبارہ اپنے کمرے میں واپس آیا اور روتا ہوا سو گیا۔جب صبح نماز کے لیے اُٹھا تو دوبارہ قاری شوکت نے مجھے کہا کہ رات کو مزہ آیا اگر اس واقعہ کے حوالے سے کسی سے کچھ بھی کہا تو جان سے جاؤ گے۔

بچے نے کہا کہ قاری کی یہ بات سُن کر میں نے اگلے روز چُھٹی کے بعد ہی مسجد سے بھاگ کر اپنے گھر کا رُخ کیا اور سارا ماجرا اپنے والد کو سنادیا۔والد کے ہمراہ تھانے جانے پر اس واقعہ کی اطلاعی رپورٹ درج کروائی جس پر پولیس نے کارروائی کرتے ہوئے ملزم قاری کو گرفتار کرکے اس کے خلاف مقدمہ درج کرکے تحقیقات کا آغاز کردیا ہے۔واضح رہے کہ قبل ازیں لاہور کے ایک مدرسے میں مفتی عزیز الرحمان کی بھی طالبعلم سے بدفعلی کی ویڈیو سامنے آئی تھی۔

اس طرح کے واقعات رپورٹ ہونے پر والدین بھی پریشانی کا شکار ہو گئے ہیں۔ایسے واقعات پر ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے والدین نے قاری صاحباں اور مفتی صاحبان پر عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں اپنے بچوں کو مساجد اور مدارس میں بھیجنے پر تحفظات رہیں گے،اگر پولیس نے ایسے گھناؤنے واقعات میں ملوث افراد کو سخت سزائیں نہ دلوائیں تو وہ دن دور نہیں جب ہم اپنے بچوں کو مدارس میں بھیجنے کی بجائے گھر پر ہی دینی تعلیم دینے کو ترجیح دیں گے۔ (روزنامہ نیا دور 21 جون 2021)

مدارس ’’گے‘‘ بنانے والی فیکٹریاں ہیں!

معروف مذہبی سکالر قاری حنیف ڈار نے کہا ہے کہ مدارس ’گے‘ بنانے والی فیکٹریاں اور سب سے بڑی این جی اوز ہیں، جو ہم جنس پرستی پھیلاتے ہیں۔اپنے ایک بیان میں ان کا کہنا تھا کہ مدارس معاشرے کو ’گے‘ فراہم کرتے ہیں،ہم جنس پرستی گراس روٹس تک لے کر جاتے ہیں، یہ لوگ ہم جنس پرستی کو شہروں، دیہاتوں اور گوٹھوں تک لے کر جاتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ مدارس گے بنانے کی فیکٹریاں ہیں اور اس کا کوئی سد باب نہیں ہے،کوئی

کوئی احتیاطی تدابیر نہیں ہیں، بس مٹی پاؤ والا معاملہ ہے۔

اپنے ایک بیان میں قاری حنیف ڈار نے کہا کہ یہ دین کا معاملہ ہے، یہ کسی کے باپ کی جاگیر نہیں ہے۔ مدارس کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ مانا کہ آپ نے دین اور دینی تعلیم کے نام پر جاگیریں بنائی ہیں، کیا یہ آپ کی نسلوں کی جاگیریں ہیں، یہ وہ مدارس نہیں ہیں جہاں مہتمم تبدیل ہوتے رہتے تھے، کوئی سزا کے طور پر نکال دیا جاتا تھا کوئی رکھ لیا جاتا تھا اب وہ سب نہیں رہا، اب یہ خود ہی مالک ہیں اور خود ہی مہتمم ہیں۔ یہ کچھ بھی کریں انہیں کوئی Terminate نہیں کرسکتا۔

قاری حنیف ڈار نے کہا کہ حکومت نے انہیں سینکڑوں کنال زمین دی ہوئی ہے، حکومت انہیں ہڈی ڈالتی ہے اور یہ کہتے ہیں کہ ہم حکومت سے کچھ نہیں لیتے، حکومت ہمیں گرانٹ نہیں دیتی۔

قاری حنیف ڈار نے کہا کہ 730 کنال اور 1100 کنال کی زمین جو حکومت انہیں دیتی ہے کیا یہ ان کے والد صاحب کی جائیداد ہے جو حکومت انہیں دیتی ہے۔ کیا یہ گرانٹ نہیں ہے، اور اس کے بدلے آپ معاشرے کو کیا دیتے ہیں، بے راہ روی، ہم جنس پرستی جبکہ دین اور دینی تعلیم کو دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

قاری حنیف ڈار نے کہا کہ ہم نے اپنے مدرسے کے 10 میں سے 8 لوگ مفتی عزیز الرحمان والے جرم میں نکالے ہیں۔ ہم نے شرط رکھی ہے کہ درس دینے والے تمام افراد اپنی بیوی ساتھ رکھیں گے لیکن یہ حیلے بہانے بناتے تھے کہ حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ قاری حنیف ڈار نے کہا کہ بیوی ہونے کے باوجود یہ باز نہیں آتے کیونکہ انہیں لت لگی ہوئی ہے اور اس کا حل ان کی بیوی کے پاس بھی نہیں ہے۔ (نیا دور 22 جون 2021)

مسیحی آبادی پر حملہ

اوکاڑہ میں معمولی تلخ کلامی سے شروع ہونے والی لڑائی کے بعد 200 سے زائد افراد کے مشتعل ہجوم نے مسیحی آبادی پر حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں خواتین سمیت متعدد افراد زخمی ہوگئے۔

تفصیلات کے مطابق یہ افسوسناک واقعہ 15 مئی کو اوکاڑہ میں واقع حک نمبر 5 میں پیش آیا جہاں 80 سے زائد مسیحی خاندان رہائش پذیر ہیں۔ کچھ نوجوان مسیحیوں نے مسلمان مردوں کے وہاں سے گزرنے کے بعد صفائی کی جس کے بعد جھگڑا شروع ہوگیا۔ ایمانویل کے دائیں کندھے، کھٹنے اور پیٹھ کو نشانہ بنایا گیا جبکہ شہروز کو سر اور پیٹھ پر تشدد سہنا پڑا۔ اگلے ہی روز ایک مشتعل ہجوم نے مسیحی آبادی پر حملہ کر دیا اور اقلیتی آبادی کے گھروں کو نشانہ بنایا جس پر منگتا مسیح نامی تشدد کا شکار شہری نے واقعے کی رپورٹ اوکاڑہ تھانے میں درج کرائی۔

پیرش پریسٹ فرانس خالد مختار نے سوشل میڈیا پر یہ خبر شائع کی جس میں مشتعل ہجوم کے حملے کو دہشت گردی کی کارروائی قرار دیا گیا جس کے دوران خواتین کی چادر اور چار دیواری کا لحاظ کیے بغیر ان کے ساتھ مار پیٹ کی گئی تھی۔

(نیا دور 20 مئی 2021)

سپیڈ بریکر کا نام ''مُلا'' ہے

عرفان احمد اپنے مضمون مُلّا، ملٹری الائنس میں لکھتے ہیں:۔

''کسی زمانے میں پاکستانی سربراہِ مملکت اپنی نشری تقریر کے اختتام پر نعرہ لگاتا تھا: ''پاکستان زندہ باد'' اب وہی حکمران دبے لفظوں میں کہتا ہے: ''پاکستان سے زندہ بھاگ''

تین ''م'' ایسے ہیں جن کا میرے دل میں بہت احترام ہے میری مراد، محمد ﷺ، مکہ، مدینہ سے ہے اور تین ''م'' ایسے ہیں جن سے میں سخت الرحک ہوں وہ ہیں: ''مُلا، ملٹری اور مہاجر''۔

میری خواہش ہے کہ پاکستان کو ریشم کا ایسا کیڑا نہ بنایا جائے جو اسلامی نظام سے تشکیل پانے والے ریشم کے خول میں قید ہو کر اپنی موت آپ مر جائے۔ اسے سانس لینے کیلئے روشن خیالی اور اعلیٰ جمالیاتی اظہار کے بوجھے باریوں کی اشد ضرورت ہے۔ پاکستان کی شاہراہِ ترقی پر جابجا نظر آنے والے سپیڈ بریکر کا نام ''مُلا'' ہے۔

(پاکستان پر کیا گزری از عرفان احمد)

”باباگوٹی“ (افسانہ)

تحریر: محمد نعیم یاد۔ جوہر آباد (پاکستان)

رات کافی بیت چکی تھی اوران تینوں کا سفرابھی باقی تھامگر یہ اچھاہوا کہ وہ تینوں سرِشام گاؤں پہنچ گئے تھے۔گوآبادی ابھی دورتھی مگر بڑی نہر کے پُل کے پاس مالٹوں اوراَمردووں کے باغ کے پاس اُنھیں ایک جھونپڑی نظرآئی تھی جسے دیکھ کر انھوں نے وہیں جانے اورٹھہرنے کا فیصلہ کر لیا۔یہ اکتوبر کے ابتدائی دن تھے۔موسموں کا قافلہ پڑاؤ کے لیے خزاں کے دروازے کھٹکھٹارہا تھا۔گہری خاموشی اور اِردگرد لگے ٹنڈ منڈ درختوں کے زرد پتوں کا اس خاموشی کوتوڑتا ہوا شوراُن کے آگے بڑھنے کا جذبہ ماند کررہا تھا۔وہ تینوں جھونپڑی کے قریب پہنچے تو جھونپڑی کے باہرایک بابا نظرآیا۔وہ تینوں تیزی سے بابے کے پاس پہنچے۔باباجوساٹھ ستر سال سے اوپر دکھائی دے رہا تھامگراس کے گُندے ہوئے جسم سے اچھی صحت کا اندازہ ہورہا تھا۔ابھی ٹھنڈا اتنی نہیں پڑی تھی مگر بابے نے پھر بھی ایک سرخ وسفید دھاری دارسویٹر پہنا ہوا تھا جس میں سفید رنگ کافی میلا تھا اوراس پہ گہرے سرخ رنگ کے دھبے نمایاں تھے۔سویٹراس کی جسامت سے چھوٹا تھا پر ایسے لگ رہا تھا جیسے بابے نے اُسے زبردستی پہن رکھا ہو۔بابے کے اُلجھے ہوئے سراورڈاڑھی کے بالوں میں سفید چاندنی نمایاں تھی مگراس کی آنکھوں میں ایک عجیب سا کرب تھا۔تینوں نوجوان آگے بڑھے اوربابے کو سلام کیا۔بابے نے حیرت سے تینوں کو سراپا دیکھا پھر سلام کا جواب دیتے ہوئے گویا ہوا"مسافر ہو؟"

جی باباجی۔۔۔ایک لڑکا بولا۔

کہاں جارہے ہو؟ بابے نے اب کی بارقدرے بےاعتناہی سے سوال کیا۔

بس بابا یہاں سے آگے دس بیس کوس پہ ہمارا گاؤں ہے میں آج اپنے دوستوں کوگاؤں دکھانے جارہا تھا پر ہماری گاڑی خراب ہوگئی۔اُن میں سے ایک لڑکے نے بابے کو جواب دیا۔ہم شغل میلے میں چلتے رہے اورسوچا تھارات اسی گاؤں میں گزار کر صبح اپنے گاؤں جائیں گے پر وقت کا پتہ ہی نہیں چلا اوریوں رات پڑگئی۔آپ کی جھونپڑی پہ نظر پڑی تو اِدھرآ گئے۔

ہوں۔۔۔ٹھیک ہے بچو۔یہاں جگہ تونہیں اورآبادی بھی دورہے۔

کوئی بات نہیں بابا ہم ادھرہی رات گزارلیں گے باتیں کرکے۔اگرآپ کو تکلیف نہ ہوتو۔۔۔

تکلیف کیسی بابو؟ پھروہ قدرے توقف بولا،بہتر ہے پھرآگ جلالو۔اس سے رات گزارنی آسان ہوجائے گی۔

ہاں یہ ٹھیک ہے۔ایک لڑکا جوکافی دیرسے چپ تھابابے کی تائید میں بولا۔

بابے نے جھونپڑی سے کچھ خشک لکڑیاں انھیں دیں تو تینوں نے جلدی سے آگ جلالی۔پھروہ تینوں بابے کے ساتھ آگ کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھ گئے۔

آپ اِدھرہی رہتے ہو بابا؟

ہاں۔۔۔بابے نے مختصر سا جواب دیا۔وہ چھوٹی چھوٹی لکڑیاں اُٹھا کرآگ میں پھینک رہا تھا۔

پر بابا۔۔۔آپ گاؤں سے اتنی دورکیوں۔۔۔۔میرا مطلب آپ کا رشتہ دارکوئی نہیں کیا؟

بابے نے جوغالباً کسی گہری سوچ میں غرق تھا،اپنا بھاری سراُٹھایا جوگردن کی لاغری کی وجہ سے نیچے کو جھکا ہوا تھا:

رشتہ دار۔۔۔۔۔یہ کہ کربابے کی آنکھ میں نمی سی اُترآئی۔پھرایک دم سے وہ سر جھٹکتے ہوئے بولا"ہاں میں بس اکیلا ہی ہوں اِدھر۔اس کے بعد کے الفاظ اس نے اپنے پوپلے منہ میں ہی بڑبڑائے۔شاید وہ اس جملے کولڑکوں کے سامنے ادانہیں کرنا چاہتا تھا۔

لکڑی کے ٹکڑے ایک شور کے ساتھ جل جل کرالاؤ کے آتشیں شکم کوپُرکررہے تھے۔شعلوں کی عنابی روشنی ان نوجوانوں کے چہروں پرایک عجیب انداز میں رقص کررہی تھی۔ننھی ننھی چنگاریاں سپید راکھ کی نقاب الٹ الٹ کرحیرت میں سربلند شعلوں کا منہ تک رہی تھیں۔ایک لڑکے نے الاؤ کی روشنی میں بابے کی طرف دیکھا اورپھر بولا"بابا ایک حوصلہ بڑھ گیا اس کے چہرے کی تمازت بڑھ گئی۔"بابا!اتنی ٹھنڈ تونہیں پرآپ نے یہ سویٹر؟"

سوال پوچھوں؟"

ہاں پوچھو پتر۔بابے نے قدرے اُلفت سے جواب دیا تو لڑکے کا سویٹر نہیں ہے یہ۔۔کوٹی ہے۔بابے نے قدرے نمناک آنکھوں سے اپنے سویٹر کو ہاتھ لگاتے ہوئے جواب دیا۔

کوٹی۔۔۔لڑکوں نے تعجب سے پوچھا۔

ہاں۔۔۔کوٹی اور میں ہوں بابا کوٹی۔۔۔۔بابے نے پوری آواز میں بابا کوٹی کے الفاظ ادا کیے تو ان تینوں کی آنکھوں میں سنسنی سی پیدا ہوگئی۔

بابا کوٹی۔۔۔بابا اگر ناراض نہ ہوں تو اپنی داستان سنائیں گے ہماری دلچسپی اب مزید بڑھ گئی ہے اور ویسے بھی رات بتانے میں لطف آئے گا۔

بابے نے سپید سر اٹھایا اور پھر قدرے خفگی سے کہنے لگا "تم لطف اُٹھانا چاہتے ہو۔زندگی کی داستانیں لطف سے بڑھ کر خونی ہوتی ہیں۔پر تم کیا سمجھو۔

معافی چاہتا ہوں بابا۔۔۔پر اگر آپ کچھ بتا دیں تو آپ کا احسان ہوگا۔

کوئی بات نہیں بچے۔۔۔۔بابے نے سر جھکا لیا۔اس کے ہاتھ سویٹر کے ساتھ اُلجھے تھے، ایسے لگ رہا تھا جیسے سویٹر کے ساتھ جڑی داستان انگڑائیاں لے رہی ہو۔ایک لمحے کے لیے اس کی آنکھوں میں چمک سی پیدا ہوئی مگر ساتھ ہی وہیں غرق ہوگئی۔اضطراب کی حالت میں اس نے اپنے نحیف جسم کو جنبش دے کر الاؤ کے قریب کیا۔اس کے چہرے کے تغیر و تبدل سے صاف طور پر عیاں تھا کہ وہ کسی واقعے کو یاد کرکے بہت تکلیف محسوس کر رہا ہے۔

الاؤ کی روشنی بدستور لڑکوں کے چہرے پہ ناچ رہی تھی۔۔۔کوٹھڑی کے باہر رات سیاہ زلفیں بکھیرے روشنی کی طرف اپنی تاریک آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی۔لڑکے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔دفعتاً بابا تھوڑا سا کھانسا اور پھر بولا "میں سناتا ہوں بچو۔"

نوجوان ہمہ تن گوش ہوگئے۔الاؤ کی چٹختی ہوئی لکڑیاں ایک شور کے ساتھ اپنی جگہ اُبھر کر خاموش ہوگئیں۔ایک لمحے کے لیے فضا پر مکمل سکوت طاری رہا۔

جی بابا جی سنائیں۔۔۔ایک نوجوان نے خوش ہو کر کہا۔باقی سرک کر آگ کے مزید قریب خاموشی سے بیٹھ گئے۔

یہ داستان اسی کوٹی کے ساتھ جڑی ہے۔بابے نے اپنی جھکی ہوئی گھنی بھوؤں میں سے سویٹر کو دیکھا پھر وہ لڑکوں سے مخاطب ہوا۔

یہ اس ملک کے بننے سے کچھ پہلے کے زمانے کی بات ہے ہمارا گھرانہ مشرقی پنجاب کے ایک ایسے گاؤں میں تھا جہاں کچھ ہی گھر مسلمانوں اور سکھوں کے تھے اور زیادہ آبادی ہندوؤں کی تھی۔ہمارے دادا گاؤں کے بڑے زمیندار تھے اور رُعب والے تھے اس لیے پورے گاؤں میں ان کی عزت تھی۔ان کی وفات کے بعد اباجی اور چچاجی دونوں نے اپنا نام خوب بنایا۔چچا کی کوئی اولاد نہ تھی اور ہم دو بہن بھائی تھے۔اس لیے ہمیں چچاجی سے بھی ماں باپ سے بڑھ کر محبت ملی۔بچپن میں میرا زیادہ تر وقت چچا کے گھر ہی گزرتا۔میری چچی ماچس کی ڈبیوں کے کھلونے بنا کے مجھے دیتی تھی جن سے مجھے کھیلنا بڑا اچھا لگتا۔اباجی زیادہ تر گاؤں کے کاموں میں اُلجھے رہتے پر چچاجی ہر روز مجھے اپنے ڈیرے پہ لے جاتے۔جہاں میں خوب لطف اندوز ہوتا۔بابے کی آنکھوں میں عجیب سی چمک پیدا ہوگئی تھی۔چند لمحات کے توقف کے بعد وہ پھر گویا ہوا: اباجی مجھے پڑھانا چاہتے تھے مگر گاؤں میں کوئی خاص سکول نہ تھا،ماں جی مجھے گاؤں سے باہر بھیجنا نہیں چاہتی تھیں۔پر اباجی کے آگے انھوں نے دل پہ ہاتھ رکھ کر مجھے دوسرے شہر پڑھنے کی اجازت دے دی۔میں وہاں اباجی کے ایک دوست کے گھر میں رہتا اور پھر مہینے کے بعد گھر آتا۔گھر آتا تو سارے گھر میں خوشی کی لہر دوڑ جاتی۔کئی طرح کے پکوان تیار ہوتے۔اسی طرح کئی سال گزر گئے اور میں نے آٹھ جماعتیں پڑھ لیں۔اس وقت پاکستان بننے کی تحریک زور پکڑ چکی تھی۔سکھوں اور ہندوؤں کے رویے بدل رہے تھے۔ان دنوں میں گھر آیا تو میری بہن بانو اپنی سہیلیوں کے ساتھ کِکلی کھیل رہی تھی، کِکلی کلیر دی پگ میرے ویر دی۔۔۔اس کی سہیلیوں میں ایک لڑکی جو سانولی رنگت کی تھی مگر اس کے نین نقش بہت خوبصورت تھے ایک عجیب سی کشش تھی اس میں۔۔۔بانو سے پتہ چلا کہ اس کا نام امرت کور تھا اور وہ رونق سنگھ کی بیٹی تھی۔چونکہ ہمارے قرب وجوار میں زیادہ تر سکھ ہی تھے تبھی ان کے ہاں ہمارا آنا جانا زیادہ تھا۔میرے دل کی زرخیز مٹی میں امرت کور کی محبت کا بیج بڑھ کر تن آور درخت بننے لگا۔وہ جب بھی آتی میں چپکے چپکے سے اس کو دیواروں سے جھانک کر دیکھتا رہتا۔ایک دن جب وہ ماں جی،اباجی کے ساتھ ڈیرے پہ گئی ہوئی تھیں بانو بھی ان کے ساتھ ضد کر کے چلی گئی تب امرت کور ہمارے گھر آئی اس کے ہاتھ میں وہ برتن تھا جس میں وہ رات کو ہمارے گھر سے دال کا سالن لے کر گئی تھی۔گھر پہ میرے سوا کوئی نہیں تھا تبھی میں نے برتن لیتے اپنے دل کی بات اس سے کہ دی۔بابے کی آنکھوں میں رونق بڑھی تو لڑکے مسکرانے لگے۔

لڑکے خاموشی سے بابے کے ہلتے ہوئے لبوں کی طرف نگاہیں گاڑے اس کی داستان کو سن رہے تھے۔وہ بڑی بے قراری سے داستان کے اگلے حصے کا انتظار کر رہے تھے۔بابے نے ان کی بے چینی بھانپ لی اور پھر آگے کا قصہ سنانے لگا:

ہاں تو میں کہ رہا تھا میں نے امرت کور سے اپنے دل کی بات کہہ دی وہ دھیرے سے بس مسکرائی اور برتن دے کر واپس چلی گئی۔اس کے بعد وہ جب بھی آتی اس کی آنکھوں میں مجھے اپنے لیے بے پناہ پیار نظر آنے لگا۔مگر اس کا نتیجہ کیا ہوگا یہ سوچ کر میں پریشان ہو جاتا۔حالات خراب ہوتے جا رہے تھے۔بلم،لاٹھیاں اور گنڈاسے دیہاتیوں کے ہتھیار تھے مگر جب کبھی گولی کی آواز سنائی دیتی تو پورے گاؤں میں شور مچ جاتا۔پھر روز کہیں نہ کہیں سے خبریں آنے لگیں۔شہر میں فسادات اور آتش زنی کی خبریں آ رہی تھیں۔میرا شہر جانا ناممکن تھا وہیں ہمارے گھر والوں کے چہرے پہ پریشانی کے عجیب سے تاثرات تھے۔اباجی اور چاچاجی روز ہی آنے والے حالات پہ بات چیت کرتے۔پریشانی کی بات یہ تھی کہ مسلمانوں کی آبادی زیادہ نہیں تھی قوی امکان تھا کہ ہمارا گاؤں ہندوستان میں شامل ہوگا۔سکھ اور ہندو خوش تھے۔گاؤں میں شہر سے بسیں آنے لگی تھیں۔جن پر لاؤڈ اسپیکر ہوتے۔بس میں آنے والے مسلمان،سکھ اور ہندو لیڈر تقریریں کرتے اور نعرے لگواتے اور ہندوستان کی تقسیم کے بارے میں آگاہ کرتے۔تشویش بڑھ گئی۔امرت کور اب کبھی کبھی ہمارے گھر آتی اس کے گھر والوں نے اسے

ہمارے گھر آنے سے منع کر دیا تھا مگر ہم پھر بھی کسی نہ کسی بہانے مل لیتے۔ وہ مجھ سے بات بہت کم کرتی۔ ایک دن وہ بڑی مشکل سے بہانہ کر کے ہمارے گھر آئی۔ بانو کے ساتھ تھوڑی دیر بیٹھی مگر اس کی بے چینی بتا رہی تھی کہ وہ مجھ سے کوئی خاص بات کرنا چاہتی ہے۔ میں ان دونوں کے پاس چلا گیا اور بانو کو کسی کام کے لیے وہاں سے بھیج دیا تب وہ گویا ہوئی: بشیر! حالات بہت خراب ہو گئے ہیں، یہاں کی ہندو برادری مسلمانوں کے حق میں نہیں۔ رات کو وہ کافی دیر ہمارے گھر باتیں کرتے رہے، تم اپنے اباجی سے بات کرو یہاں سے جتنا جلدی ہو سکتا ہے چلے جاؤ۔۔۔

پر میرا اور تمھارا کیا بنے گا؟ میں نے بے چینی سے پوچھا

وہ جو مقدر میں ہے۔ جان سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ تم سمجھ رہے ہو ناں۔۔۔ وہ دھیرے سے بولی پھر بانو آ گئی اور ہماری بات وہیں رہ گئی۔

اباجی اور چاچاجی کو میں نے حالات بتائے مگر ہماری زمینداری کا مسئلہ تھا۔ حالات بہت خراب ہو رہے تھے۔ بہتر حل یہی نظر آیا کہ اونے پونے سب بیچ کر یہاں سے نکل لیں کیوں کہ جان سے بڑھ کر کچھ نہیں تھا۔ اباجی بڑی مشکل سے راضی ہوئے باپ دادا کی زمین۔۔۔ بابے کی آنکھیں نمناک ہو گئیں جیسے یہاں پر آ کر وہ بات کرتے تکلیف سی محسوس کر رہا ہو۔

اس رات عجیب سی بے چینی تھی نیند کوسوں دور تھی۔ بابے کی آنکھوں سے ایک آنسو ٹپکا جو اپنی جگہ بناتا اس کی ملگجی ڈاڑھی میں پیوست ہو گیا۔ ہم سب سو رہے تھے تبھی شور برپا ہو گیا۔ پاکستان بن گیا تھا اور ہمارا گاؤں ہندوستان کے حصے میں آیا تھا۔ لاٹھیوں اور برچھیوں کی آوازیں اور نعروں کی آوازیں بلند ہوئیں تو اس بات کا پتہ چلا کہ ہندو اور سکھ علاقے کو مسلمانوں سے خالی کروا رہے ہیں۔ میں تیزی سے بھاگ کر باہر نکلا۔ چاچاجی کا گھر ہمارے گھر کے سامنے تھا وہاں عجیب سا شور تھا۔ اباجی بھی جاگ گئے تھے میں بھاگ کر وہاں پہنچا تب چاچاجی بلوائیوں کے ساتھ اُلجھ رہے تھے:

اتنے عرصے ہم ساتھ رہے ہیں اب ایک فیصلے پہ کیوں تم ہمارے خون کے درپے ہو گئے۔

خون کی بات سن کر میرے اندر عجیب سی بے چینی پیدا ہو گئی چاچاجی کی قمیص اوہ خدایا۔۔۔ وہ خون سے تر تھی۔ نہ جانے کیسا انتقام تھا وہ؟

چاچاجی مجھے دیکھتے ہی بولے بشیر پتر یہاں سے چلے جاؤ۔۔۔ میں چاچا کی طرف آگے بڑھا تب کئی دو تین بلوائی اُن پہ ٹوٹ پڑے۔ دو تین میری جانب بڑھے۔ چاچاجی نے مجھے وہاں سے دوڑنے کو کہا وہ شدید زخمی تھے میں ان کو بچانا چاہتا تھا مگر چاچاجی کی بات سن کر میرے قدم گھر کو دوڑے۔ مگر بلوائیوں کو چکما دینے کے لیے میں نے ایک تنگ گلی سے مُڑ کر پیچھے سے اپنے گھر کو دوڑ پڑا۔ نہ جانے کیسی گھڑی تھی وہ۔۔۔ بابے نے سویٹر کو زور سے بھینچا کئی آنسو اپنے رستے سے اسی ڈاڑھی سے آگے گزر کے سویٹر تک پہنچ رہے تھے۔ وہ اضطراب کی حالت میں اپنے خشک زبان لبوں پر پھیرنے لگا۔ کچھ توقف کے بعد وہ ایک لڑکے سے مخاطب ہوا "پتر! جھونپڑی کے پاس گھڑے سے پانی پلوانا"

لڑکا دوڑ کر مٹی کے گلاس میں پانی لایا تو بابے نے گلاس پکڑتے ہی منہ سے لگایا اور ایک ہی گھونٹ میں سارا پانی پی لیا۔ اس سے پہلے وہ کوئی بات کرتے وہ خود ہی بول پڑا۔۔۔ میرے گھر جانے تک میرا گھر اُجاڑ کر وہ جا چکے تھے۔ اباجی کی خون سے لت پت لاش دروازے کے پاس ملی اور ماں جی کا سر سے خون بہ رہا تھا۔ شاید ظالموں نے ان کو اُٹھا کے پھینکا تھا اور بانو۔۔۔ بانو کا خیال آتے ہی میں کمرے میں دوڑا تبھی امرت کور خون میں لت پت میرے سامنے کھڑی تھی:

بشیر میں نے اپنی محبت کا حق ادا کرنے کی پوری کوشش کی تھی، اباجی کو بھی بہت سمجھایا پر وہ نہ سمجھے۔ مجھے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ یہ لوگ اتنا ظلم کریں گے۔ افسوس میں تمھارے ماں باپ کو نہ بچا سکی مگر بانو کو میں نے بچا لیا وہ مجھے بانو سمجھ رہے تھے ظالم کے بچے۔۔۔ اس کے چہرے پہ عجیب سی مسکراہٹ تھی۔۔۔ پھر ٹوٹتی سانسوں میں اس نے مجھے یہ سویٹر دیا بشیر! یہ کوٹی میں نے تمھارے لیے بُنی تھی پر افسوس اس میں سفید دھاریوں پہ میرا خون لگ گیا۔۔۔ میلی ہو گئی۔۔۔ میں نے اس کو تھام کر چارپائی پہ لے جانا چاہا مگر اس وقت اس کی سانسیں اس سے جدا ہو چکی تھیں۔ میں نے دوسرے کمرے میں دوڑ کر بانو کو دیکھا جو ڈر کے مارے چھپی بیٹھی تھی۔ ہر طرف خون ہی خون تھا۔ ہم لٹے پٹے بڑی بڑی مشکل سے چھپتے چھپاتے اِدھر پہنچے۔ بڑی مشکل سے کیمپ میں جگہ ملی تھی۔ یہ کہتے ہوئے بابے کی دھندلی آنکھیں نمناک ہو گئیں اس کی آواز ٹوٹنے لگی۔ ایک لڑکے نے بڑھ کر بابے کو حوصلہ دیا۔ بابے نے ہمت کی اور پھر سے بات جوڑتے ہوئے بولا:

بانو کی طبیعت ناساز تھی۔ تھکن سے میرا جسم بھی چور چور تھا۔ ایک ہفتہ وہ کیمپ میں زیرِ علاج رہی۔ بار بار بے ہوش ہو جاتی جب بھی ہوش میں آتی اباجی اور ماں جی کو پکارتی پھر ایک رات اس دنیا میں مجھے تنہا چھوڑ کر وہ بھی چلی گئی۔ کچھ عرصہ بعد جب میں ہوش کے عالم میں آیا تو اپنے آگے کی زندگی کے بارے میں سوچا۔ اس گاؤں میں مجھے ایک چھوٹا سا گھر مل گیا تھا۔ میں یہیں محنت کر کے کمانے لگا۔ ملک تو بن گیا مگر شاید ابھی وہ مقاصد پورے نہ ہوئے۔

میرے پاس کچھ بھی نہ تھا سوائے اپنوں کی یادوں کے اور امرت کور کی اس کوٹی کے۔ میں ہر وقت اس کی یادوں کو ساتھ لگائے رکھتا کبھی خود سے جدا نہ کیا، اس میں مجھے آج بھی اس کی خوشبو آتی ہے۔ اسی بات پہ گاؤں کے لوگوں نے مجھے بابا کوٹی کہنا شروع کر دیا۔ میں نے کیمپ میں ایسی کئی بہنوں کو دیکھا تھا جن کی عصمتیں اس ملک پہ قربان ہو گئی تھیں مگر ایک دن اسی ملک میں اسی گاؤں کے ایک غریب کی لڑکی جو چودھری کی حویلی میں کام کرتی تھی اس کی عصمت دری کی۔ وہ غریب جب انصاف کے لیے تھانے کچہری پہنچا تو رات کو اس کے گھر کو آگ لگا دی گئی۔ بہت سے لوگ چشم دید گواہ تھے مگر کوئی بھی ان کے حق میں نہ بولا۔ میں نے بہت واویلا کیا مگر مجھے گاؤں میں پاگل مشہور کر دیا گیا۔ پھر میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے آبادی سے دور اس ویرانے میں آ پہنچا۔ اور یہیں زندگی کے دن پورے کر رہا ہوں۔ رہ رہ کر مجھے یہی خیال کھائے جاتا ہے کہ امرت کور تو مسلمان نہیں تھی مگر اس نے میرے جیسے بندے کی محبت میں کتنی بڑی قربانی دے دی مگر ہم نے کیا کیا اور کیا کر رہے ہیں، اور کچھ نہ ہو سکا تو اپنوں ہی کے آشیانے جلا رہے ہیں اور اپنی ہی مسلمان بچیوں کی عصمت دری کر رہے ہیں۔

آگ کا شعلہ نہ معلوم کیوں بلند ہوا اور ایک لمحہ فضا میں تھرتھرا کر پھر الاؤ کی آغوش میں سو گیا۔ بابے نے شعلے کی جرات دیکھی اور روتے ہوئے لڑکوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا:

جاؤ اب صبح ہونے کو ہے۔ تمھاری منزل تمھارا انتظار کر رہی ہے اور کسی کی یادیں میرا---

شعروشاعری

"بستی بستی گھومنے والو!"

چوہدری عبدالسلام صاحب اختر ایم اے

بستی بستی گھومنے والو! پایا کچھ تسکین کا سایا
اس کی شان کے صدقے جس نے سب کچھ بخشا! آپ نہ آیا
دور تھا یا نزدیک تھا تو یہ میری ہی کوتاہ نظر تھی
جس نے جتنا جتنا ڈھونڈا ، اس نے اتنا پایا
آ تو چکے ہو چھوڑ کے اپنی جنت نووارد ہستی!
آؤ یہاں اب غور سے دیکھو ، کون اپنا ہے کون پرایا
کون شریک حال تھا میرے ، عمر کچھ ایسے بیت رہی تھی
عقل کے چکر ، وقت کی گردش ، ذہن کی الجھن ، وہم کا سایا
کاش وہ میرے ساتھ بھی آتا ، کاش میں اس کے ساتھ ہی چلتا
جس نے ناو پار اتاری ، جس نے مجھ کو پار لگایا
ہفت افلاک کی منزل کیا ہے روح جہاں بھی تھراتی ہے
کون ستارے چھو سکتا ہے راہ میں سانس اکھڑ جاتی ہے

"متاعِ دیدۂ گریاں نہیں تو کچھ بھی نہیں"

مبشّرہ جیکی

طوافِ کوچۂ جاناں نہیں تو کچھ بھی نہیں
متاعِ دیدۂ گریاں نہیں تو کچھ بھی نہیں
وہ حادثہ کہ جسے کائنات کہتے ہیں
دلیلِ ہستیِ یزداں نہیں تو کچھ بھی نہیں
یہ کوہسار ، یہ صحرا، یہ نیلگوں افلاک
سجودِ شب سے درخشاں نہیں تو کچھ بھی نہیں

یہ اقتدار کے رسیا یہ زر کے متوالے
ترے حرم کے نگہباں نہیں تو کچھ بھی نہیں
عروجِ آدمِ خاکی بجا سہی لیکن
علاجِ تلخیِ دوراں نہیں تو کچھ بھی نہیں

وہ زندگی جو بھٹکتی ہے خار زاروں میں
تری نظر سے گلستاں نہیں تو کچھ بھی نہیں
نہ ذوقِ وصل مبشّر نہ لُطفِ تنہائی
کشاکشِ غمِ ہجراں نہیں تو کچھ بھی نہیں

"وہ مجھ سے ہوئے ہم کلام اللہ اللہ"

صوفی تبسم

وہ مجھ سے ہوئے ہم کلام اللہ اللہ
کہاں میں کہاں یہ مقام اللہ اللہ
یہ روئے درخشاں یہ زلفوں کے سائے
یہ ہنگامۂ صبح و شام اللہ اللہ
یہ جلووں کی تابانیوں کا تسلسل
یہ ذوقِ نظر کا دوام اللہ اللہ
وہ سہما ہوا آنسوؤں کا تلاطم
وہ آبِ رواں بے خرام اللہ اللہ
شبِ وصل کی ساعتیں مختصر سی
تمناؤں کا اژدحام اللہ اللہ
وہ ضبطِ سخن میں لبوں کی خموشی
نظر کا وہ لطف کلام اللہ اللہ

"رہبرِ کامل نہ میسر ہو اگر"

(منیؔر باجوہ)

ہم عمر بھر ہیں نباہنے والے
راہ میں نہیں چھوڑ کے جانے والے
کتنا چھپاؤ تم اپنے عیبوں کو
یاں کم نہیں آئینہ دکھانے والے
رہبرِ کامل نہ میسر ہو اگر
ہر گام بھٹکتے ہیں بھٹکنے والے
عشاق عشق میں رہتے ہیں مگن
بولتے اُن پر ہیں زمانے والے
لاکھ پردوں میں حُسن چُھپ جائے
دیکھ کر رہتے ہیں دیکھنے والے
اپنی خامی کو نہیں دیکھتا کوئی
اوروں کو جھانکتے ہیں جھانکنے والے
پریت ہوتی ہے تا دمِ آخر
بھول جاتے ہیں منیؔر بھلانے والے

"بدل جائیں گے یاروں کے اصول آہستہ آہستہ"

اسعد بدایونی

کھلے ہیں دشت میں نفرت کے پھول آہستہ آہستہ
سروں تک آتی ہے قدموں کی دھول آہستہ آہستہ
ابھی کچھ دن لگیں گے موسموں کا بھید پانے میں
بدل جائیں گے یاروں کے اصول آہستہ آہستہ
زیاں کا کوئی رشتہ عمر بھر قائم نہیں رہتا
سو مٹ جاتا ہے ہر شوق فضول آہستہ آہستہ
مجھے جرم ہنر مندی کا قائل ہونے دو پہلے
میں ہر الزام کر لوں گا قبول آہستہ آہستہ

یہ دھرتی ایک دن بنجر زمیں بن جائے گی جاناں
گلابوں کی جگہ لیں گے ببول آہستہ آہستہ

"عمر گزرے گی کبھی تو شاعروں کے درمیاں"

نیلم رباب صاحبہ۔لندن

الجھی رہی ہوں آج تک مسئلوں کے درمیاں
زندگی گزری ہے اب تک الجھنوں کے درمیاں
جانے کیوں ہم بولتے ہیں دوسرے کے بیچ میں
بولنے کی عادتیں ہیں دوسروں کے درمیاں
سوچ کے بھنور میں جو ڈوبتے جاتے ہیں وہ
دوسروں کی سوچ میں ہیں سر پھروں کے درمیاں
آرزو بے تاب تھے خواہشیں نایاب ہیں
عمر گزرے گی کبھی تو شاعروں کے درمیاں
دوستوں نے دشمنوں کو عاجز کیا کچھ اس طرح
دوستی بھی اب تو ٹھہری دشمنوں کے درمیاں
ہم کہ بیٹھے ہیں ابھی تک آنکھ کو مُوندے ہوئے
ہم نہ جانیں کون کب ہے قاتلوں کے درمیاں
نیلم پھنسی ہے آج تو سر پھروں کے جال میں
راستہ نکلے گا کیسے فاصلوں کے درمیاں

"پھیلے گی آگ تیز ہوا کے بغیر بھی"

اسعد بدایونی

کچھ لوگ جی رہے ہیں خدا کے بغیر بھی
سناٹے گونجتے ہیں صدا کے بغیر بھی
مٹی کی مملکت میں نمو کی زکوٰۃ پر
زندہ ہیں پیڑ آب و ہوا کے بغیر بھی

یہ نفرتوں کے زرد الاؤ نہ ہوں گے سرد
پھیلے گی آگ تیز ہوا کے بغیر بھی

ربط و تعلقات کا موسم نہیں کوئی
بارش ہوئی ہے کالی گھٹا کے بغیر بھی
دنیا کے کار زار میں بچوں کو ماؤں نے
رخصت کیا ہے حرف دعا کے بغیر بھی
خوف خدا میں عمر گزاری تو کیا ملا
کچھ دن جئیں گے خوف خدا کے بغیر بھی

''اپنے آنچل میں مری جان چھپا لے مجھ کو''

بشارت سکھی صاحبہ

یہ سرابوں کا سفر مار نہ ڈالے مجھ کو
دشت تنہائی سے کوئی تو نکالے مجھ کو
فاصلے اب کے تو صدیوں سے بھی لمبے ٹھہرے
میری حسرت ہے کبھی تو بھی بلا لے مجھ کو
روشنی چاند ستاروں کی جلاتی ہے بدن
اپنے آنچل میں مری جان چھپا لے مجھ کو
میں تو جلتے ہوئے صحراؤں کا ساتھی ٹھہرا
پاؤں کے آبلے دیتے ہیں سنبھالے مجھ کو
تیرے ہونٹوں پہ ٹھہر جاؤں دعا کی صورت
بھیگی پلکوں کی صداؤں میں بسا لے مجھ کو
سرسراتے ہوئے پتوں کی ہے پازیب بجی
سرگم سانس کی لے میں کوئی ڈھالے مجھ کو
پیار کی دھن پہ تری ناچوں میں رادھا بن کے
شام کی بنسی سا ہونٹوں سے لگا لے مجھ کو
رہن رکھ آئی سکھی ہجر کے انمول رتن
وصل کی مالا میں موتی سا سجا لے مجھ کو

''نہ جانے ہم سے وہ کیوں دور دور رہتا ہے''

بشریٰ حفیظ صاحبہ

بہت قریب بھی رہ کر وہ دور رہتا ہے
مزاج اس کا سمجھ سے ہی دور رہتا ہے
وہ سارے شہر کا نباض ہے بنا پھرتا
نہ جانے ہم سے وہ کیوں دور دور رہتا ہے
کبھی وہ بولتا ہنستا ہے دلبروں کی طرح
کبھی بس بن کے وہ منکر نکیر رہتا ہے
ذرا سا کھول کے دیکھو تو تم سلاخوں کو
وہ گوشہ گیر اب اڑتا طیور رہتا ہے
میری نگاہ کو سیراب کر دیا اس نے
یہ دشت دل میرا اب ملک گیر رہتا ہے
کبھی وہ گزرے تو بشریٰ یہ ہم نے دیکھا ہے
شہر میں دیر تلک اس کا شور رہتا ہے

''ہم سے ان آنکھوں کی حسرت نہیں دیکھی جاتی''

پروین شاکر صاحبہ

چارہ سازوں کی اذیت نہیں دیکھی جاتی
تیرے بیمار کی حالت نہیں دیکھی جاتی
دینے والے کی مشیت پہ ہے سب کچھ موقوف
مانگنے والے کی حاجت نہیں دیکھی جاتی
دن بہل جاتا ہے لیکن ترے دیوانوں کی
شام ہوتی ہے تو وحشت نہیں دیکھی جاتی
تمکنت سے تجھے رخصت تو کیا ہے لیکن
ہم سے ان آنکھوں کی حسرت نہیں دیکھی جاتی
کون اترا ہے یہ آفاق کی پہنائی میں
آئینہ خانے کی حیرت نہیں دیکھی جاتی

''دکھوں کے جال ہر اک سو بچھا گیا اک شخص''

عبیداللہ علیم

بنا گلاب تو کانٹے چبھا گیا اک شخص
ہوا چراغ تو گھر ہی جلا گیا اک شخص
تمام رنگ مرے اور سارے خواب مرے
فسانہ تھے کہ فسانہ بنا گیا اک شخص
میں کس ہوا میں اڑوں کس فضا میں لہراؤں
دکھوں کے جال ہر اک سو بچھا گیا اک شخص
پلٹ سکوں ہی نہ آگے ہی بڑھ سکوں جس پر
مجھے یہ کون سے رستے لگا گیا اک شخص
محبتیں بھی عجب اس کی نفرتیں بھی کمال
مری ہی طرح کا مجھ میں سما گیا اک شخص
محبتوں نے کسی کی بھلا رکھا تھا اسے
ملے وہ زخم کہ پھر یاد آ گیا اک شخص
کھلا یہ راز کہ آئینہ خانہ ہے دنیا
اور اس میں مجھ کو تماشا بنا گیا اک شخص

''میں سارے شہر کا پانی شراب کر دوں گا''

راحت اندوری

سسکتی رت کو مہکتا گلاب کر دوں گا
میں اس بہار میں سب کا حساب کر دوں گا
میں انتظار میں ہوں تو کوئی سوال تو کر
یقین رکھ میں تجھے لا جواب کر دوں گا
ہزار پردوں میں خود کو چھپا کے بیٹھ مگر
تجھے کبھی نہ کبھی بے نقاب کر دوں گا

مجھے بھروسہ ہے اپنے لہو کے قطروں پر
میں نیزے نیزے کو شاخ گلاب کر دوں گا
مجھے یقین کہ محفل کی روشنی ہوں میں
اسے یہ خوف کہ محفل خراب کر دوں گا
مجھے گلاس کے اندر ہی قید رکھ ورنہ
میں سارے شہر کا پانی شراب کر دوں گا
مہاجنوں سے کہو تھوڑا انتظار کریں
شراب خانے سے آ کر حساب کر دوں گا

''منافقت کی ہوا ہے نقاب دے جاؤ''

راہی فدائی

مطالعہ کی ہوس ہے کتاب دے جاؤ
ہمارے عہد کو صالح نصاب دے جاؤ
شہیر علم کی جھولی کمال سے خالی
خدا کے واسطے کوئی خطاب دے جاؤ
کبھی تو حرمت سیرابی نظر کھل جائے
سمندروں کو طلسم سراب دے جاؤ
حقیقتوں کو تماشا نہیں بناؤں گا
منافقت کی ہوا ہے نقاب دے جاؤ
تمہاری آخری امید بن کے لوٹوں گا
وداع کی گھڑیوں کا حساب دے جاؤ
قدیم روشنیوں سے انہیں شکایت ہے
تو شپروں کو نیا آفتاب دے جاؤ
کوئی تو مشغلہ نامراد جاری ہو
زباں کو بدرقۂ انقلاب دے جاؤ
اسی میں خندہ لبی شان بے نیازی ہے
ہر ایک تیر کا ساکت جواب دے جاؤ

سفر نصیب ہے راہیؔ مثال باد رواں
جہات شش کی زمام و رکاب دے جاؤ

''سنبھل اے عشق پھر شاید کوئی نازک مقام آیا''

آرزوؔ سہارنپوری

حذا جانے زباں پر آج کس کافر کا نام آیا
محبت جھوم جھوم اٹھی مشیت کا سلام آیا
ادب اے آرزوئے شوق وقت احترام آیا
جنوں کی منزلیں طے ہو چکیں دل کا مقام آیا
طریق عشق میں اکثر اک ایسا بھی مقام آیا
قدم اٹھنے نہیں پائے کہ منزل کا سلام آیا
مزے کے ساتھ گزرا ہوں محبت کی منازل سے
کبھی اپنا مقام آیا کبھی ان کا مقام آیا
وہ لمحہ بھی کسی کی انجمن میں کیا قیامت تھا
نگاہوں کی زباں میں دل کو جب دل کا پیام آیا
یکا یک اور دل کی دھڑکنوں کا تیز ہو جانا
سنبھل اے عشق پھر شاید کوئی نازک مقام آیا
شگفت دل ہی کے دم تک تھی رنگ و بو کی دنیا بھی
نہ پھر کوئی کلی چٹکی نہ پھر کوئی پیام آیا
بدل کر رہ گئیں اے آرزوؔ قسمت کی تحریریں
یہ کس کے دست نازک سے مرے ہاتھوں میں جام آیا

''کبھی تنسیخ کرتے ہو کبھی ترمیم کرتے ہو''

محبوب راہیؔ

اگر اللہ کی وحدانیت تسلیم کرتے ہو
تو پھر انسان کو خانوں میں کیوں تقسیم کرتے ہو

محبت دسترس سے لفظ و معنی کی ہے بالاتر
میاں تم اس کی بھی تشریح اور تفہیم کرتے ہو
تمہارا قول کیوں کر معتبر ٹھہرے کہ تم اس میں
کبھی تنسیخ کرتے ہو کبھی ترمیم کرتے ہو
حقیر ان کو سمجھتے ہو جو ہیں توقیر کے قابل
رذیلوں کی مگر تعظیم اور تکریم کرتے ہو
بغاوت کیوں نہیں کرتے حذا وندان باطل سے
حذا برحق ہے اس حق کو اگر تسلیم کرتے ہو
اگر قابو نہیں خود پر تو سب بے سود و لا حاصل
بہادر لاکھ ہو تسخیر ہفت اقلیم کرتے ہو
ان آوارہ پرندوں کو پکڑ پاتے ہو تم کیوں کر
خیالوں کی اے راہیؔ کس طرح تنظیم کرتے ہو

''یوں نہ روتا دل مرا ہوتا اگر کافر شناس''

راجہ محمد یوسفؔ خان

چین لینے دے مجھے اے شورشِ سوزِ دروں
سانس لینے دے مجھے اے دیدۂ منظر شناس
وہ سبھی کچھ تھا فریبِ جلوۂ حسنِ خیال
یوں نہ روتا دل مرا ہوتا اگر کافر شناس
فتنہ گر دل کھول کر کرتے رہے توہینِ مے
کُنج میں بیٹھا رہا اِک تشنہ لب ساغر شناس
پھر تری نظرِ کرم ثروت پرستوں پر پڑی
تُو نے کنکر چُن لیے ہیں اے مرے گوہر شناس
پوچھتے ہیں ہم سے یوسفؔ اُن ستاروں کے مزاج
جن کی چالوں کو سمجھ پاتے نہیں اختر شناس

افسانچہ

''دیکھو یار، تم نے بلیک مارکیٹ کے دام بھی لیے اور ایسا ردی پٹرول دیا کہ ایک دکان بھی نہ جلی۔''

سعادت حسن منٹو

سعادت حسن منٹو کے اقوال واقتباسات

لیڈر جب آنسو بہا کر لوگوں سے کہتے ہیں کہ مذہب خطرے میں ہے تو اس میں کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ مذہب ایسی چیز ہی نہیں کہ خطرے میں پڑ سکے، اگر کسی بات کا خطرہ ہے تو وہ لیڈروں کا ہے جو اپنا اُلو سیدھا کرنے کے لئے مذہب کو خطرے میں ڈالتے ہیں۔

پہلے مذہب سینوں میں ہوتا تھا آج کل ٹوپیوں میں ہوتا ہے۔ سیاست بھی اب ٹوپیوں میں چلی آئی ہے۔ زندہ باد ٹوپیاں!

ہندوستان کو ان لیڈروں سے بچاؤ جو ملک کی فضا بگاڑ رہے ہیں اور عوام کو گمراہ کر رہے ہیں۔

یہ لوگ جنہیں عرف عام میں لیڈر کہا جاتا ہے، سیاست اور مذہب کو لنگڑا، لولا اور زخمی آدمی تصور کرتے ہیں۔

یاد رکھیے وطن کی خدمت شکم سیر لوگ کبھی نہیں کر سکیں گے۔ وزنی معدے کے ساتھ جو شخص وطن کی خدمت کے لئے آگے بڑھے، اسے لات مار کر باہر نکال دیجئے۔

میں تو بعض اوقات ایسا محسوس کرتا ہوں کہ حکومت اور رعایا کا رشتہ روٹھے ہوئے خاوند اور بیوی کا رشتہ ہے۔

سیاست اور مذہب کی لاش ہمارے نامور لیڈر اپنے کاندھوں پر اٹھائے پھرتے ہیں اور سیدھے سادے لوگوں کو جو ہر بات مان لینے کے عادی ہوتے ہیں یہ کہتے پھرتے ہیں کہ وہ اس لاش کو ازسرنو زندگی بخش رہے ہیں۔

سیاسیات سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔ لیڈروں اور دوا فروشوں کو میں ایک ہی زمرے میں شمار کرتا ہوں۔ لیڈری اور دوا فروشی، یہ دونوں پیشے ہیں۔ دوا فروش اور لیڈر دونوں دوسروں کے نسخے استعمال کرتے ہیں۔

یہ لوگ جو اپنے گھروں کا نظام درست نہیں کر سکتے، یہ لوگ جن کا کیریکٹر بے حد پست ہوتا ہے، سیاست کے میدان میں اپنے وطن کا نظام ٹھیک کرنے اور لوگوں کو اخلاقیات کا سبق دینے کے لئے نکلتے ہیں۔۔۔ کس قدر مضحکہ خیز چیز ہے!

مجھے نام نہاد کمیونسٹوں سے بڑی چڑ ہے۔ وہ لوگ مجھے بہت کھلتے ہیں جو نرم نرم صوفوں پر بیٹھ کر درانتی اور ہتھوڑے کی ضربوں کی باتیں کرتے ہیں۔

آپ شہر میں خوبصورت اور نفیس گاڑیاں دیکھتے ہیں۔۔۔ یہ خوبصورت اور نفیس گاڑیاں کوڑا کرکٹ اٹھانے کے کام نہیں آسکتیں۔ گندگی اور غلاظت اٹھا کر باہر پھینکنے کے لئے اور گاڑیاں موجود ہیں جنہیں آپ کم دیکھتے ہیں اور اگر دیکھتے ہیں تو فوراً اپنی ناک پر رومال رکھ لیتے ہیں۔۔۔ ان گاڑیوں کا وجود ضروری ہے اور ان عورتوں کا وجود بھی ضروری ہے جو آپ کی غلاظت اٹھاتی ہیں۔ اگر یہ عورتیں نہ ہوتیں تو ہمارے سب گلی کوچے مردوں کی غلیظ حرکات سے بھرے ہوتے۔

زمانے کے جس دور سے ہم اس وقت گزر رہے ہیں اگر آپ اس سے ناواقف ہیں تو میرے افسانے پڑھیئے۔ اگر آپ ان افسانوں کو برداشت نہیں کر سکتے تو اس کا مطلب ہے کہ یہ زمانہ ناقابل برداشت ہے۔۔۔ مجھ میں جو برائیاں ہیں، وہ اس عہد کی برائیاں ہیں۔۔۔ میری تحریر میں کوئی نقص نہیں۔ جس نقص کو میرے نام سے منسوب کیا جاتا ہے، دراصل موجودہ نظام کا نقص ہے۔

ویشیا اور باعصمت عورت کا مقابلہ ہرگز ہرگز نہیں کرنا چاہیئے۔ ان دونوں کا مقابلہ ہو ہی نہیں سکتا۔ ویشیا خود کماتی ہے اور باعصمت عورت کے پاس کما کر لانے والے کئی موجود ہوتے ہیں۔

اگر ایک ہی بار جھوٹ نہ بولنے اور چوری نہ کرنے کی تلقین کرنے پر ساری دنیا جھوٹ اور چوری سے پرہیز کرتی تو شاید ایک ہی پیغمبر کافی ہوتا۔

زبان بنائی نہیں جاتی، خود بنتی ہے اور نہ انسانی کوششیں کسی زبان کو فنا کر سکتی ہیں۔

اگر ہم صابن اور لیونڈر کا ذکر کر سکتے ہیں تو ان موریوں اور بدروؤں کا ذکر کیوں نہیں کر سکتے جو ہمارے بدن کا میل پیتی ہیں۔ اگر ہم مندروں اور مسجدوں

کا ذکر کر سکتے ہیں تو ان قحبہ خانوں کا ذکر کیوں نہیں کر سکتے جہاں سے لوٹ کر کئی انسان مندروں اور مسجدوں کا رخ کرتے ہیں۔۔۔ اگر ہم افیون، چرس، بھنگ اور شراب کے ٹھکوں کا ذکر کر سکتے ہیں تو ان کوٹھوں کا ذکر کیوں نہیں کر سکتے جہاں ہر قسم کا نشہ استعمال کیا جاتا ہے؟

چکی پیسنے والی عورت جو دن بھر کام کرتی ہے اور رات کو اطمینان سے سو جاتی ہے، میرے افسانوں کی ہیروئن نہیں ہو سکتی۔ میری ہیروئن چکلے کی ایک ٹکھیائی رنڈی ہو سکتی ہے جو رات کو جاگتی ہے اور دن کو سوتے میں کبھی کبھی ڈراؤنا خواب دیکھ کر اٹھ بیٹھتی ہے کہ بڑھاپا اس کے دروازے پر دستک دینے آ رہا

افسانہ حسن منٹو
پیدائش ۱۱ مئی ۱۹۱۲ء
لدھیانہ
وفات
۱۸ جنوری ۱۹۵۵ء
لاہور

ہے۔۔۔ اس کے بھاری بھاری پپوٹے جن پر برسوں کی اچٹی ہوئی نیندیں منجمد ہو گئی ہیں، میرے افسانوں کا موضوع بن سکتے ہیں۔ اس کی غلاظت، اس کی بیماریاں، اس کا چڑچڑا پن، اس کی گالیاں یہ سب مجھے بھاتی ہیں۔

بغاوت فرانس میں پہلی گولی پیرس کی ایک ویشیا نے اپنے سینے پر کھائی تھی۔ امرت سر میں جلیانوالہ باغ کے خونیں حادثے کی ابتدا اس نوجوان کے خون سے ہوئی تھی جو ایک ویشیا کے بطن سے تھا۔

عصمت فروش عورت ایک زمانے سے دنیا کی سب سے ذلیل ہستی سمجھی جاتی رہی ہے۔ مگر کیا ہم نے غور کیا ہے کہ ہم میں سے اکثر ایسی ذلیل و خوار ہستیوں کے در پر ٹھوکریں کھاتے ہیں! کیا ہمارے دل میں یہ خیال پیدا نہیں ہوتا کہ ہم بھی ذلیل ہیں۔

بیسوائیں اب سے نہیں ہزار ہا سال سے ہمارے درمیان موجود ہیں۔ ان کا تذکرہ الہامی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ اب چونکہ کسی الہامی کتاب یا کسی پیغمبر کی گنجائش نہیں رہی، اس لئے موجودہ زمانے میں ان کا ذکر آپ آیات میں نہیں بلکہ ان اخباروں، کتابوں یا رسالوں میں دیکھتے ہیں جنہیں آپ عود اور لوبان جلائے بغیر پڑھ سکتے ہیں اور پڑھنے کے بعد ردی میں بھی اٹھوا سکتے ہیں۔

جب تک انسانوں میں اور خاص طور پر سعادت حسن منٹو میں کمزوریاں موجود ہیں، وہ خوردبین سے دیکھ دیکھ کر باہر نکالتا اور دوسروں کو دکھاتا رہے گا۔۔۔

کہا جاتا ہے کہ ادیبوں کے اعصاب پر عورت سوار ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہبوط آدم سے لے کر اب تک ہر مرد کے اعصاب پر عورت سوار رہی ہے، اور کیوں نہ رہے۔ مرد کے اعصاب پر کیا ہاتھی گھوڑوں کو سوار ہونا چاہیئے۔ جب کبوتر، کبوتریوں کو دیکھ کر گٹکتے ہیں تو مرد، عورتوں کو دیکھ کر ایک غزل یا افسانہ کیوں نہ لکھیں۔ عورتیں کبوتریوں سے کہیں زیادہ دلچسپ خوبصورت اور فکر انگیز ہیں۔ کیا میں جھوٹ کہتا ہوں۔

میں بغاوت چاہتا ہوں۔ ہر اس فرد کے خلاف بغاوت چاہتا ہوں جو ہم سے محنت کراتا ہے مگر اس کے دام ادا نہیں کرتا۔

روحانیت یقیناً کوئی چیز ہے، آج کے سائنس کے زمانے میں جس میں ایٹم بم تیار کیا جا سکتا ہے اور جراثیم پھیلائے جا سکتے ہیں، یہ چیز بعض اصحاب کے نزدیک مہمل ہو سکتی ہے لیکن وہ لوگ جو نماز اور روزے، آرتی اور کیرتن سے روحانی طہارت حاصل کرتے ہیں ہم انہیں پاگل نہیں کہہ سکتے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ بدکرداروں، قاتلوں اور سفاکوں کی نجات کا راستہ صرف روحانی تعلیم ہے، ملائی طریق پر نہیں، ترقی پسند اصولوں پر۔۔۔ دنیا میں جتنی لعنتیں ہیں، بھوک ان کی ماں ہے۔

زمانے کے جس دور سے ہم اس وقت گزر رہے ہیں اگر آپ اس سے ناواقف ہیں تو میرے افسانے پڑھیئے۔ اگر آپ ان افسانوں کو برداشت نہیں کر سکتے تو اس کا مطلب ہے کہ یہ زمانہ ناقابل برداشت ہے۔۔۔ مجھ میں جو برائیاں ہیں، وہ اس عہد کی برائیاں ہیں۔۔۔ میری تحریر میں کوئی نقص نہیں۔ جس نقص کو میرے نام سے منسوب کیا جاتا ہے، دراصل موجودہ نظام کا نقص ہے۔

RH ACCIDENT CLAIM SERVICES LTD

Give us a call on 020 3674 7909

RH ACCIDENT CLAIM SERVICES LTD

free professional, friendly and confidential advice

24 Hours Phone Service - 7 Days a Week DIAL 07792998973

Have you been injured in an accident that wasn't your fault?

If so, we're here to help

REPLACEMENT CAR WITHIN 24 HOURS

Loss of earnings - Protection of no claim - storage and recovery - personal injury - replacement car

Road Accident

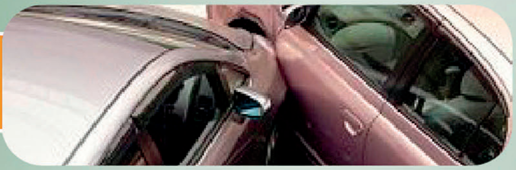

Personal Injury

Accident at Work

Fall, Slip & Trip

Personal Injury Specialist

No win No fee

2 London Road, SM4 5BQ Morden - Surrey

Opening Hours: Mon-Fri 10:00 - 17:00

Tel. 020 3674 7909 Mob. 077 9299 8973

Email: info@rhacs.co.uk

TAKE AWAY - DELIVERY
OPEN 7 DAYS A WEEK
TILL LATE

ZheGerman

DONER & SHAKE

DONER KEBAB

£5.99

WITH FRIES & DRINK

£7.99

Seriously German Kebabs...

Follow us ZheGermanUK

Free Delivery Call us

TEL: 020 3638 4216

Delivery Prices are Different

Website Order 10% OFF

www.zhegerman.com

BRANCH 1 : 21 Morden court Parade, Morden SM4 5HJ
BRANCH 2 : Broadway Market, Tooting High Street London Sw17 0RJ

100% HALAL

FOR DELIVERY, ORDER VIA OUR DELIVERY PARTNERS

UBER eats JUST EAT deliveroo